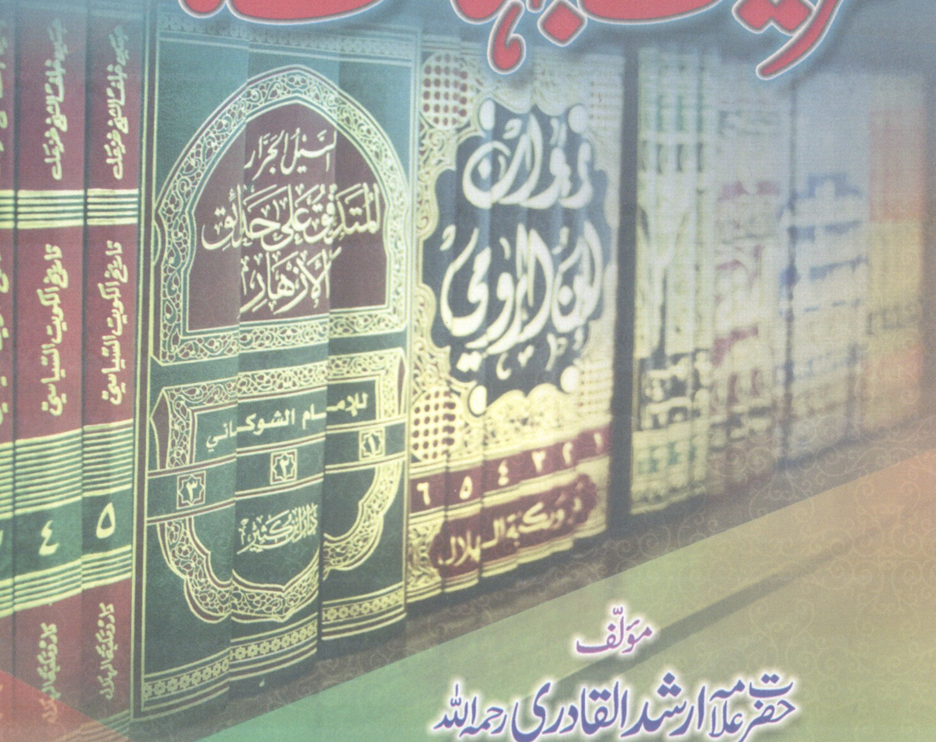
اہل سنت کا نشان
ماہنامہ بقیع کراچی
AUGUST 2018
مفت سلسلہ اشاعت نمبر 292
Regd. # MC-1177

شریعت بہ جواب

شریعت یا جہالت؟



مؤلف
حضرت علامہ ارشد القادری رحمہ اللہ
متوفی 2002

تخریج و حواشی
میثم عباس قادری رضوی حفظہ اللہ

جمعیت اشاعت اہلسنت پاکستان
نور مسجد کاغذی بازار کراچی ۷۴۰۰۰
Ph : 021-32439799 Website : www.ishaateislam.net

شریعت

بہ جواب

شریعت یا جہالت

مؤلّف

حضرت علامہ ارشد القادری رحمۃ اللہ علیہ

(متوفّٰی ۲۰۰۲)

تخریج وحواشی

میثم عباس قادری رضوی حفظہُ اللہ

ناشر

جمعیت اشاعت اہلسنّت (پاکستان)

نور مسجد، کاغذی بازار، میٹھادر، کراچی، فون: 32439799

نام کتاب: ''شریعت'' بہ جواب ''شریعت یا جہالت''

مؤلف: حضرت علامہ ارشد القادری رحمۃ اللہ علیہ

تخریج وحواشی: میثم عباس قادری رضوی حَفِظَهُ اللّٰه

سن اشاعت : اگست 2018/ذوالقعدہ ۱۴۳۹ھ

تعداد اشاعت: 4700

اشاعت نمبر: 292

ناشر: جمعیت اشاعت اہل سنت (پاکستان)

نور مسجد کاغذی بازار میٹھادر، کراچی،

فون: 32439799

خوشخبری: یہ رسالہ **www.ishaateislam.net** پر موجود ہے

فہرست مضامین

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
1	پیش لفظ	5
2	عرضِ احوال	7
3	پہلے اسے پڑھیئے	9
4	گالیاں	14
5	پہلا بہتان	20
6	دوسرا بہتان	20
7	تیسرا بہتان	20
8	انبیائے کرام کی شان میں گستاخیاں	24
9	پہلی گستاخی	24
10	دوسری گستاخی	27
11	اللہ تعالیٰ کی جناب میں گستاخی	27
12	آیتِ قرآنی کے ترجمے میں گستاخی	28
13	آیتِ قرآنی کے ترجمے میں ایک جگہ اور خیانت	30
14	قرآن کے ترجمے میں ایک اور جگہ خیانت	32
15	محبوبِ کبریا صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی	32
16	محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں ایک اور گستاخی	34

18	مسلمانوں کی غیرتِ ایمانی کو آواز		37
19	دلائل و مسائل		37
20	وہابی کہنے کی بحث		38
21	کافر کو کافر کہنے کی بحث		40
22	میلاد کی بحث		42
23	قیام کی بحث		45
24	یہاں ایک سوال		47
25	دوسرا سوال		47
26	تیسرا سوال		48
27	چوتھا سوال		50
28	حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بھائی کہنے کی بحث		54
29	انگوٹھا چومنے کی بحث		56
30	وسیلہ کی بحث		61
31	علمِ غیب کی بحث		65
32	ایک جھوٹے الزام کی تردید		71

پیش لفظ

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

دنیا میں حق اور باطل ساتھ ساتھ موجود رہے ہیں ہمیشہ سے جب بھی حق آتا ہے تو باطل چلا جاتا ہے کیونکہ اسے جانا ہی ہوتا ہے۔ حق اور باطل برسرِ پیکار رہے ہیں اور غالب ہمیشہ حق ہی آیا ہے۔ غیر مسلموں نے خدا اور رسولِ خدا کی شان میں گستاخیاں کی ہیں اور رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان کو گھٹانے کی ناپاک سعی کی ہے ان سے شکوہ نہیں کہ وہ غیر مسلم ہیں، مگر وہ لوگ جو نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کلمہ پڑھتے ہیں بظاہر احکامِ اسلامی پر عمل کرنے والے سمجھے جاتے ہیں وہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان کو گھٹانے اور اُن کی شان میں گستاخانہ کلمات لکھتے یا بولنے کی جسارت کرتے ہیں تو اُن کا ایمان تو ویسے ہی نہیں رہتا مگر ایسوں کا ردّ ضروری ہوتا ہے کیونکہ یہ اپنے آپ کو مسلمان بتاتے ہیں، یہ فسادی اپنے آپ کو مصلح سمجھتے ہیں جس سے کتنے سادہ لوح مسلمان دھوکہ کھا جاتے ہیں۔ اگر ردّ نہ کیا جائے تو مسلمانوں کو ان کے دھوکے سے نہیں بچایا جا سکتا کیونکہ ہر شخص خود ساختہ مصلح جو حقیقتاً فسادی ہے اس کے فسادی ہونے کو نہیں پہچان سکتا۔

ان فسادیوں میں سے ایک پالن حقانی بھی ہے جس نے اسلام پر رکیک حملے کئے، اس کی زبان و قلم سے اہلِ اسلام اور خود ذاتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی محفوظ نہ رہ سکی۔ اس نے مسلمانانِ ہند کو تو منہ بھر کر گالیاں دیں، انہیں کافر و مشرک تک کہہ دیا اور حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں گستاخی اور آپ کی شان گھٹانے کی پُر زور کوشش کی، اس کے لئے سیّد عالم و عالمیان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خصائص و کمالات کے انکار اور آپ کی ذات ستودہ صفات میں عیوب و نقائص ثابت کرنے کی ناپاک سعی کی تو اس کے ردّ کے لئے حضرت علّامہ مشتاق احمد نظامی علیہ الرحمہ اور حضرت علّامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ میدان

میں آئے اور اس عظیم فتنے سے مسلمانوں کو آگاہ فرمایا اور پالن حقانی کا ابطال فرمایا کہ اس کا فسادی وفتنہ پرور ہونا، رسول دشمن، اسلام دشمن اور مسلمان دشمن ہونا روزِ روشن کی طرح آشکار ہوگیا اور اس کے دامِ فریب میں پھنسے ہوئے مسلمانوں نے رہائی پائی۔

زیرِ نظر ردّ پالن حقانی کی کتاب ''شریعت یا جہالت'' کا مختصر اور جامع ردّ ہے جس میں حضرت علّامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ نے خود پالن حقانی کی اپنی تحریروں سے اس کی اس کتاب کا ردّ فرمایا ہے جو عرصے سے نایاب تھی تو محترم جناب میثم عباس رضوی صاحب نے اس کی تصحیح کی، حواشی تحریر کئے اور احقر کو دیکھنے کے لئے پیش کیا اور میں نے اسے حرفاً حرفاً پڑھا جہاں تصحیح کی ضرورت پیش ہوئی وہ بھی کی۔

اور بانیٔ جمعیت اشاعتِ اہلسنّت (پاکستان) حضرت علّامہ مولانا محمد عرفان ضیائی مدّ ظلّہ مہتمم جامعۃُ النُّور حضرت علّامہ مختار اشرفی مدّ ظلّہ سے اشاعت کے بارے میں مشورہ کیا تو انہوں نے بھی اسے شائع کرنے کی خواہش ظاہر کی۔

اس طرح ادارہ اسے اپنے سلسلہ اشاعت کے 292ویں نمبر پر شائع کرنے کا اہتمام کررہا ہے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت علّامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ پر کروڑ ہا رحمتیں نازل فرمائے اور مخرّج ومُحشّی اور اراکینِ ادارہ کو جزائے خیر عطا فرمائے اور ان کی سعی کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے اور اسے عوام وخواص کے لئے نافع بنائے۔

محمد عطاء اللہ نعیمی غفرلہ

خادم دارالحدیث والإفتاء بجامعۃ النور

جمعیت اشاعت اہلسنّت (پاکستان)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡم

عرضِ احوال

اس وقت آپ کے ہاتھ میں جو کتاب موجود ہے یہ پڑوسی مُلک ہندوستان کے ایک دیوبندی مؤلف پالن حقانی دیوبندی کی کتاب ''شریعت یا جہالت'' پر حضرت علامہ ارشد القادری رحمۃ اللّٰہ تعالیٰ علیہ کا مختصر مگر جامع تبصرہ ہے، جس میں ''شریعت یا جہالت'' میں پالن حقانی دیوبندی کی طرف سے کی گئی خیانتوں اور جہالتوں کا پردہ چاک کرنے کے ساتھ ساتھ عقائد و معمولاتِ اہلِ سنت کے مختصر دلائل بھی پیش کیے گئے ہیں، یہ کتاب کافی عرصہ سے پاکستان میں نایاب تھی، راقم نے اس کی جدید اشاعت کا اِرادہ کیا، اور اللہ کے فضل وکرم سے اس کی تخریج اور پروف ریڈنگ کی، بعض مقامات پر راقم نے حواشی بھی لگائے ہیں۔ اس کتاب کی تخریج کے سلسلے میں جو حوالہ جات راقم نے لگائے ہیں ان کو ڈبل قوسین (()) میں درج کیا ہے تا کہ حضرت مؤلف سے امتیاز رہے۔ پالن حقانی دیوبندی کے ردّ میں اب تک مندرجہ ذیل کام راقم کے پیشِ نظر ہے۔

۱۔ ''قہرِ آسمانی بر فتنۂ حقانی''

مؤلف خطیبِ مشرق حضرت علامہ مشتاق احمد نظامی رحمۃ اللّٰہ تعالیٰ علیہ۔ تعداد صفحات: ۲۶۴، ناشر: مولانا انوار احمد نظامی، مینیجر مکتبۂ پاسبان، الہ آباد۔

۲۔ ''منارۂ ہدایت بجواب شریعت یا جہالت''

مؤلف خطیبِ مشرق حضرت علامہ مشتاق احمد نظامی رحمۃ اللّٰہ تعالیٰ علیہ صفحات: ۶۴۔ ناشرین: نوری بک ڈپو، ۸۸/۴۶۱، ہمایوں باغ، کانپور۔ مکتبۂ پاسبان، ۲۳۵۔ دائرہ شاہ اجمل، الہ آباد۔

۳۔ ''شریعت'' (مشمولہ کتاب ''گلشنِ ارشد القادری'')

مؤلف: حضرت علامہ ارشد القادری رحمۃ اللّٰہ تعالیٰ علیہ۔ ناشر: فرید بک سٹال، اُردو بازار، لاہور۔

۴۔ ''پالن حقانی مسلمان نہیں''

پالن حقانی کے کفر پر مفتی احمد حسن سنبھلی دیوبندی کا فتوائے کفر

(یہ فتویٰ ماہنامہ نوری کرن، بریلی شریف، بابت جولائی ۱۹۶۶ء میں شائع ہوا تھا)

۵۔ ''فتاوی تاج الشریعہ'' میں پالن حقانی دیوبندی کے رد میں فتاوی۔

خطیبِ مشرق حضرت علامہ مشتاق احمد نظامی رحمۃُ اللّٰہ تعالیٰ علیہ کی کتاب ''قہر آسمانی'' کے شروع میں ''شریعت یا جہالت'' کے ردّ میں لکھی گئی متعدد کتب ورسائل کا ذکر کیا گیا ہے لیکن افسوس کہ اب وہ دستیاب نہیں ہیں۔

راقم کا اِرادہ ہے کہ پالن حقانی دیوبندی کے ردّ میں لکھی گئی مذکورہ بالا تمام کتب (مع دیوبندی فتوی) کا مجموعہ شائع کیا جائے۔ ''قہرِ آسمانی بر فتنۂ حقانی'' مؤلفہ خطیبِ مشرق حضرت علامہ مشتاق احمد نظامی رحمۃُ اللّٰہ تعالیٰ علیہ کی کمپوزنگ اور پروف ریڈنگ مکمل ہوچکی ہے، کمپیوٹر میں اس کے پروف شدہ مسودہ کی اغلاط کی درستگی کی جارہی ہے، پالن حقانی دیوبندی کے ردّ میں حضرت علامہ نظامی کی دوسری کتاب ''منارۂ ہدایت'' بھی کمپوز ہوچکی ہے۔ پالن حقانی دیوبندی کے ردّ پر مشتمل مذکورہ بالا کُتب کا مجموعہ، آنے والے وقت میں آپ کے ہاتھوں میں ہوگا۔ اِنْ شَآءَ اللّٰہ تَعالٰی عَزَّوَجَلَّ۔

برادرِ گرامی جناب انجینئر محمد عرفان احمد حَفِظَہُ اللّٰہ (مالیگاؤں، ہندوستان) نے راقم کی درخواست پر اس کتاب کو کمپوز کروایا۔ اور مترجم ومصنّف کُتُبِ کثیرہ، پیکرِ اخلاص حضرت علامہ مفتی محمد عطاء اللہ نعیمی مُدَّظِلُّہُ الْعَالِی (شیخ الحدیث ورئیس دارُالافتاء جمعیت اشاعتِ اہلِ سنت، کراچی) نے اس کتاب پر نظرِ ثانی فرما کر متعدد مقامات کی اِصلاح فرمائی۔ اللہ تعالیٰ ان کو اِس دینی تعاون کی بہترین جزاعطا فرمائے۔

آمین بجاہ النبی الامین صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلّم

طالبِ دعا:

میثم عباس قادری رضوی، پاکستان

شوال المکرم ۱۴۳۹ھ/ جولائی ۲۰۱۸ء

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡم

نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّی عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡم

پہلے اسے پڑھئے

آج ہندوستان میں مسلمانوں کے بے شمار مسائل ہیں۔ لیکن دین کے بعد سب سے اہم مسئلہ ان کے ذریعہ معاش کا ہے۔ وہی مدارِ حیات ہے چند لاکھ دولت مندوں کو الگ کر دیجئے تو کئی کروڑوں مسلمانوں میں آپ کو سوائے غریبوں، مزدوروں اور محنت کشوں کے اور کوئی نہیں ملے گا۔

مذہبی زندگی، اخلاقی کردار، قومی خودداری اور شرافتِ نفس پر محتاجی، تنگ دستی اور بے کاری کا کیا اثر پڑتا ہے یہ بتانے ضرورت نہیں ہے شب و روز اس کی مثالیں ہماری نگاہوں سے گزر رہی ہیں۔

یہی وہ محرکات ہیں جن کے پسِ منظر میں جمشید پور کے تعمیری ذہن رکھنے والے مسلمانوں نے ۱۹۷۲ء میں ''فیض العلوم ٹیکنیکل انسٹیٹیوٹ'' کے نام سے ایک صنعتی تربیتی ادارے کی بنیاد رکھی تاکہ آج کے مشینی دور میں مسلمان نوجوانوں کو خودکفیل زندگی گزارنے کے قابل بنایا جاسکے۔

ایک سال کی تگ و دو اور صبر آزما محنتوں اور کوششوں کے بعد مختلف مشینوں، تعلیمی آلات، ورکشاپ، تعلیم گاہ اور ضروری لوازمات کے ساتھ انسٹیٹیوٹ کا ڈھانچہ تیار ہو گیا اور ۱۴ اپریل ۱۹۷۳ء کی تاریخ اس کے افتتاح کے لیے طے پا گئی، اخبارات، پوسٹروں اور تعارفی لٹریچر کے ذریعے جب ملک میں اس کی تشہیر ہوئی تو یہ دیکھ کر ہم دنگ رہ گئے کہ ملک کے کونے کونے سے تحسین و مبارکباد اور حوصلہ افزا پیغامات کے انبار لگ گئے۔

ٹھیک اس وقت جب کہ جشنِ افتتاح کے انتظامات میں شہر کے مختلف حلقے مصروف تھے، ''پالن حقانی'' نام کے ایک مولانا جمشید پور میں تشریف لائے، اور ابتدائی تقریر میں اُنہوں نے اپنا تعارف کراتے ہوئے کہا:

''ہم نہ دیوبندی ہیں اور نہ بریلوی''

لیکن دو ہی تقریر کے بعد وہ بالکل ننگے ہو گئے اور مذہبِ اہلِ سنت کے خلاف زہر اُگلنا شروع کیا، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ شہر دو حصوں میں تقسیم ہو گیا اور ان کے ساتھ وہی لوگ رہ گئے جو تبلیغی جماعت اور دیوبندی فرقے سے تعلق رکھتے تھے۔

بیس بائیس دن کی مدّتِ قیام میں اُن کی تقریروں سے جمشید پور کے مسلمانوں کو کیا فیض پہنچا۔ اگر ہم اسے چند جملوں میں بیان کریں تو صرف اتنا کہہ سکتے ہیں کہ محلے محلے، گھر گھر اور بھائی بھائی کے درمیان جو منافرت کی آگ وہ لگا گئے، اب تک سلگ رہی ہے اور نہیں کہا جا سکتا کہ جمشید پور کے مزدور مسلمانوں کو کب تک اس آگ میں جلنا پڑے گا۔ یہ ہے ان کا وہ گراں قدر عطیہ جس کے صلے میں اُن کے عقیدت مندوں نے اُنہیں ہزاروں روپے کی بھینٹ چڑھائی اور وہ ''جیب بھرو'' نہیں بلکہ ''تھیلا بھرو'' مولوی بن کر یہاں سے تشریف لے گئے۔

کبھی کبھی سوچتا ہوں تو دماغ پھٹنے لگتا ہے کہ تخریب اور فساد میں کتنے غضب کا جذبہ پیدا ہو جاتا ہے۔ جنگل کی آگ کی طرح شر پھیلانے کے لیے وقت، دھن اور جسم و جان کی بڑی سے بڑی قربانی سے بھی لوگ دریغ نہیں کرتے۔ لیکن اُن ہی لوگوں سے اگر کہا جائے کہ صرف آواز اور نغموں کے بل پر کوئی قوم زندہ نہیں رہ سکتی، مستقبل کی تعمیر کی طرف بڑھو تو اُن کے پاؤں شل ہو جاتے ہیں، ان کی جیب خالی ہو جاتی ہے اور اس کے

لیے ان کے وقت میں ایک لمحے کی گنجائش نہیں باقی رہتی۔

حقانی صاحب کے متعلق مجھے لوگوں نے بتایا کہ وہ عطائی حکیم کی طرح ''عطائی مولوی'' ہیں۔ قوالی گاتے گاتے وہ اچانک واعظ بن گئے اور آج بھی قوالی اور گالی، ان کے وعظ کا بہت اہم حصّہ ہے۔ یہاں تک کہ اگر اسے ان کے وعظ سے الگ کر دیا جائے تو ان کی محفل میں ان کے بجائے اُلّو بولنے لگے۔

اپنی بے علمی کو چھپانے کے لیے اُنہوں نے چند اُردو کتابوں کے صفحات اور آیتوں اور حدیثوں کے نمبر رَٹ لیے ہیں، حالانکہ یہی ان کی بے علمی کی سب سے بڑی نشانی ہے، کیونکہ احادیث کی اصل کتابوں میں کسی بھی حدیث کا نمبر نہیں دیا گیا ہے۔ اِسی طرح قرآن میں ایک ایک آیت کا نمبر بھی قرآن کی تفسیروں اور پُرانے نسخوں میں کہیں درج نہیں ہے، یہ ساری ''بدعتیں'' بعد کے اُردو ترجمے والوں نے نکالی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی کتاب ''شریعت یا جہالت'' میں قرآن کی آیتیں اُردو میں لکھی گئی ہیں۔ کسی بھی زبان میں قرآن کی آیتوں کا ترجمہ بغیر کسی قباحت کے کیا جاسکتا ہے۔ لیکن بہر حال اُسے ترجمہ ہی کہا جائے گا، لیکن حقانی صاحب نے اُردو زبان میں آیتوں کو اس طرح پیش کیا ہے جیسے لگتا ہے کہ قرآن اُردو ہی میں نازل ہوا تھا۔ بغیر عربی عبارت کے صرف اُردو ترجمہ پیش کرنے میں سب سے بڑی مصلحت یہ ہے کہ الفاظ کا غلط ترجمہ کر کے لوگوں کو گمراہ کیا جاسکتا ہے ۔ کیونکہ ایسی صورت میں اصل قرآن دیکھے بغیر ترجمے کی چوری پکڑنا بہت مشکل ہے۔

ان کی کتاب ''شریعت یا جہالت'' اپنے علمی مواد اور فنّی نقاہت کے لحاظ سے ہرگز اس قابل نہیں ہے کہ اُسے کوئی اہمیت دی جائے یا اس کا جواب لکھا جائے اور یہ میں ازراہِ تعصب یا اُن سے مذہبی اختلاف کے جذبے میں نہیں کہہ رہا ہوں بلکہ ان کے ہم عقیدہ علماء نے بھی

ان کی کتاب کے متعلق یہی رائے قائم کی ہے جیسا کہ ''شریعت یا جہالت'' کے صفحہ ۵۲۸ پر خود ان کے مدّاحوں نے بھی اس کا اعتراف کیا ہے، ان ہی کے الفاظ میں اس حقیقت کا اعتراف ملاحظہ فرمایئے، لکھتے ہیں کہ:

''تعجب اور افسوس تو اس پر ہے کہ اپنے بعض دیوبندی المسلک عالم بھی حسد وعناد پر اُتر آئے اور حقانی صاحب کو ''اَن پڑھ'' بتا کر اور اُن کی کتاب ''شریعت یا جہالت'' کو غیر مستند اور کمزور عبارتیں پیش کر کے گرانا چاہا۔ مگر سب نے دیکھ لیا کہ ایسے عالم خود ہی عوام کی نظروں سے گر گئے''۔ (ص: ۵۲۸) (۱)

عوام کی نظروں سے گر گئے اس لئے وہ کتاب مستند ہوگئی کیونکہ آج کل جنتا راج ہے، یہیں سے بات صاف ہو جاتی ہے کہ کتاب کا مقامِ اعتبار کیا ہے؟

بس اسی طلسم فریب کو توڑنے کے لیے میں نے اس کی ضرورت محسوس کی کہ ان کی کتاب کی علمی حیثیت کو عوام کے سامنے اچھی طرح بے نقاب کر دیا جائے تا کہ اہلِ علم کو دوبارہ اس صورتِ حال کا سامنا نہ کرنا پڑے کہ وہ عوام کی نظروں سے گر جائیں۔

میں نے جواب میں اس بات کی خاص طور پر کوشش کی ہے کہ ان ہی کی کتاب سے ان کا جُھوٹ فاش کیا جائے اور ان کی تحریروں سے ان کی کتاب کے مندرجات کی تردید کی جائے

---

(۱) ((شریعت یا جہالت صفحہ ۹۱ مطبوعہ ربانی بک ڈپو، شیخ چاند لال کنواں، دہلی۔ طباعت دسمبر ۱۹۶۵ء))

یہ مولوی عبدالمتین میمن دیوبندی (جونا گڑھ) کی تقریظ کا اقتباس ہے، جو کتاب ''شریعت یا جہالت'' کی ''ربانی بک ڈپو، شیخ چاند، لال کنواں، دہلی'' سے ''دسمبر ۱۹۶۵ء'' میں ہونے والی طباعت میں شامل ہے، لیکن اس کتاب کے موجودہ دستیاب نسخوں میں دیوبندیوں نے تحریف کر دی ہے۔ مشہور دیوبندی ادارہ ''دارالاشاعت مقابل مولوی مسافر خانہ، کراچی۔ اشاعت دسمبر ۱۹۸۱ء'' کے مطبوعہ نسخہ سے وہ مکمل تقریظ ہی نکال دی گئی ہے۔ جس کا یہ اقتباس اُوپر نقل کیا گیا ہے، جبکہ ''میر محمد کتب خانہ، آرام باغ، کراچی'' کے مطبوعہ نسخہ میں تقریظ تو موجود ہے لیکن اس میں سے ''دیوبندی المسلک عالم'' کے الفاظ نکال دیے گئے ہیں۔ (میثم قادری)

۔البتہ ان کی غلطیوں کی مزید وضاحت کے لیے اُن کے ہم عقیدہ علماء کی تحریروں سے بھی کام لیا ہے اور صرف ایک یا دو جگہ میں نے ائمۂ اسلام کی عبارتیں تائید میں پیش کی ہیں۔

بے پناہ مصروفیات کے ہجوم میں اس کتاب کی ترتیب کے لیے بڑی مشکل سے وقت نکالا ہے۔توفیقِ خداوندی نے اعانت فرمائی تو انگلستان کے سفر سے واپسی کے بعد اہلِ سُنّت کے معتقدات و مسائل پر ایک ضخیم کتاب تصنیف کروں گا اور جس میں قرآن و حدیث سے ثابت کروں گا کہ مذہبِ اہلِ سنت ہی مذہبِ حق ہے۔

خدا کرے میری یہ قلمی کاوش عامۂ مسلمین کو وقت کے ایک عظیم فتنے سے بچانے میں مفید ثابت ہو۔

وَمَا عَلَیْنَا اِلَّا الْبَلَاغ

ارشد القادری

۸ ربیع الثانی ۱۳۹۳ھ مطابق ۱۵ مئی ۱۹۷۲ء۔ جمشید پور (بہار)

گالیاں

حقانی صاحب نے اپنی کتاب ''شریعت یا جہالت'' میں مسلمانانِ ہند کو جو منہ بھر کر گالیاں دی ہیں، انہیں جاہل بتایا ہے، کافر و مشرک کہا ہے، دِل آزار جملے لکھے ہیں، ذیل میں ان کے اقتباسات ملاحظہ فرمایئے تا کہ اُن کی فتنہ پرور اور شر پسند طبیعت کا آپ اندازہ لگا سکیں۔

(۱) اپنی کتاب کے صفحہ ۹۱ پر تحریر فرماتے ہیں:

''ہندوستان کے اکثر مسلمانوں کا اندھاپا تو دیکھئے، نہ تو قرآنِ کریم کی آیتوں کو مانتے ہیں اور نہ حدیثوں کو اور نہ ہی حنفی مذہب کی معتبر کتابوں کو، پھر بھی اپنے آپ کو سُنّت والجماعت سمجھتے ہیں''۔(۲)

انصاف کیجئے! اس سے زیادہ سخت حملہ مسلمانوں پر اور کیا ہوسکتا ہے کہ وہ معاذ اللہ قرآن کی آیتوں کو نہیں مانتے، عمل کی کمزوریوں سے انکار نہیں۔ لیکن قرآن کی آیتوں کو نہ ماننے کا اِلزام مسلمانوں پر کُھلا ہوا بہتان ہے۔ ہندوستان کے اکثر مسلمانوں پر اُنہوں نے یہ بہتان لگایا ہے، حالانکہ امرِ واقعہ یہ ہے کہ ایک بھی مسلمان ایسا نہیں ملے گا جو قرآن وحدیث کو ماننے سے انکار کرتا ہو۔

ہندوستان کے اکثر مسلمانوں پر اَندھے پَن کا الزام لگا کر اُنہوں نے عام مسلمانوں کی جو توہین کی ہے اُس کے خلاف ہر غیرت مند مسلمان کو سخت احتجاج کرنا چاہئے ، اسی کا نام اگر دینی تبلیغ ہے کہ کُھلے بندوں مسلمانوں کی دِل آزاری کی جائے تو خدا محفوظ رکھے اپنے بندوں کو اس کی نحوست سے۔

---

(۲)((شریعت یا جہالت صفحہ ۹۱ مطبوعہ دارُالاشاعت، مقابل مولوی مسافر خانہ، کراچی۔ طباعت دسمبر ۱۹۸۱ء))

(۲) اپنی کتاب کے صفحہ ۱۸۶ پر تحریر فرماتے ہیں:

''ہندوستان کے اکثر مسلمانوں کی جہالت تو دیکھئے اگر کوئی کہہ دے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم انسان تھے تو اس کو وہابی اور اسلام سے خارج سمجھتے ہیں اور بولنا چالنا اور سلام وکلام بھی اس سے حرام سمجھتے ہیں''۔ (۳)

خدا کی پناہ! ہندوستان کے اکثر مسلمانوں پر حقانی صاحب کا یہ دوسرا حملہ ہے۔ وہاں اندھے پن اور قرآن کی آیتوں کے نہ ماننے کا الزام تھا۔ یہاں جہالت کے الزام کیساتھ ساتھ ایک نیا الزام اور تراشا گیا ہے کہ ہندوستان کے اکثر مسلمان حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو انسان ہی نہیں سمجھتے اور اس عقیدے پر وہ اتنی سختی کے ساتھ قائم ہیں کہ جو لوگ انسان کہتے ہیں وہ اُنہیں مسلمان ہی نہیں سمجھتے۔

ذرا حقانی صاحب کی دلیری ملاحظہ فرمایئے کہ ہندوستان کے اکثر مسلمانوں پر یہ بہتان لگاتے ہوئے اُنہوں نے ذرا نہیں سوچا کہ وہ بات اسی دنیا کی کر رہے ہیں۔ کل بیچ چوراہے پر کوئی دِل جلا مسلمان اگر ان کا گریبان تھام کے یہ سوال کر بیٹھے کہ ہندوستان کے کروڑوں مسلمانوں پر آپ نے جو یہ جھوٹا بہتان لگایا ہے اسے ثابت کیجئے، ورنہ آپ کا مُنہ کالا کر کے سارے شہر میں آپ کو پھرایا جائے گا، تو وہ کیونکر اپنی جان چھڑا سکیں گے۔

بے تحاشہ جھوٹ بول کر مسلمانوں کو ذلیل کرنا اگر کوئی ہُنر ہے تو میں اعتراف کرتا ہوں کہ حقانی صاحب اس ہُنر میں اپنا جواب نہیں رکھتے۔

(۳) اپنی کتاب کے صفحہ ۲۰۹ پر تحریر فرماتے ہیں:

''یہودیوں کے نقشِ قدم پر چلنے والے آج اکثر مسلمان ہی ہیں۔ عشقِ رسول کا دعویٰ کرنے

---

(۳) ((شریعت یا جہالت صفحہ ۱۸۶ مطبوعہ دارالاشاعت، مقابل مولوی مسافر خانہ، کراچی۔ طباعت دسمبر ۱۹۸۱ء))

والے مسلمان، محبتِ رسول کا دَم بھرنے والے مسلمان، یارسول اللہ کا نعرہ لگانے والے مسلمان، آپ کے بالوں پر جان دینے والے مسلمان، آپ کے قدم کے نشان کو پوجنے والے مسلمان، ایسے ملیں گے کہ اگر شریعتِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی صحیح بات کسی اللہ والے سے سُنتے ہیں تو اس طرح بھاگ کھڑے ہوتے ہیں جس طرح جنگلی جانور"۔ (شریعت یا جہالت) (۴)

ہندوستان کے اکثر مسلمانوں پر حقانی صاحب کا یہ تیسرا حملہ ہے۔ اس بار بھی اُنہوں نے ایک نیا الزام تراشا ہے کہ ہندوستان کے اکثر مسلمان یہودیوں کے نقشِ قدم پر چل رہے ہیں اور مسلمانوں کی اس کُھلی ہوئی دِل آزاری کے بعد بھی ان کا جی نہیں بھرا تو ہندوستان کے اکثر مسلمانوں کو جنگلی جانوروں کے ساتھ تشبیہ دے کر ذلیل کرنے والی اہانت پر اُتر آئے۔

آپ ہی انصاف کیجئے کہ اس عبارت میں ہندوستان کے اکثر مسلمانوں کی جو اُنہوں نے کُھلی ہوئی توہین کی ہے آخر اس کی فریاد کہاں کی جائے؟؟؟؟؟

کیا یہ الزام صحیح ہے کہ شریعتِ محمدیہ کی بات سُن کر ہندوستان کے مسلمان جنگلی جانوروں کی طرح بھاگ کھڑے ہوتے ہیں، ہندوستان میں اکثر مسلمانوں کی بات تو الگ رہی ایک مسلمان بھی آپ کو ایسا نہیں ملے گا جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نشانِ قدم کو پُوجتا ہے۔ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نشانِ قدم کا احترام بجالانا پُوجنا ہے تو یہ الزام ہندوستان کے اکثر مسلمانوں پر نہیں بلکہ براہِ راست قرآن پر ہے کہ اس نے کُھلے لفظوں میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے نشانِ قدم کو "سجدہ گاہ" بنانے کا حکم دے کر

(۴) ((شریعت یا جہالت صفحہ ۲۰۹ مطبوعہ دارُ الاشاعت، مقابل مولوی مسافر خانہ، کراچی۔ طباعت دسمبر ۱۹۸۱ء))

تعظیمِ آثار کے عقیدے پر مُہر لگا دی ہے۔

(۴) اپنی کتاب کے صفحہ ۲۷ پر تحریر فرماتے ہیں:

''آج یہی حالت ہمارے ہندوستان کے اکثر جاہل مسلمان بھائیوں کی ہے جو اگلے مشرکوں کی تھی۔عرب کے مشرک ہندوؤں جیسا عقیدہ رکھتے تھے۔جس طرح ہندو یہ بھی کہتے ہیں کہ ایشور جو چاہتا ہے کرتا ہے۔اس کے خلاف کوئی کچھ بھی نہیں کرسکتا، مگر پھر بھی سینکڑوں معبود بنا رکھے ہیں کہیں دیوی پوجی جاتی ہے، کوئی ہنومان کو مانتا ہے، کوئی مہادیو کی لنگ پوجا کرتا ہے، کوئی لچھمن کی مورتی پر جل چڑھاتا ہے، پھر ہر ملک میں ہر قوم کا جُدا اہی معبود ہے۔آگ، پانی، شجر، آفتاب ستارے کوئی چیز بھی نہیں چھوڑی کہ کسی کو نہ پُوجتے ہوں ، یہی حاجت رواجان کران کی نذرونیاز کرنا ان کی عبادت ہے اور یہ بھی کہتے ہیں کہ ان میں ایشور کی مایا ہے۔یہ بھی بڑی قدرت رکھتے ہیں یہی حال عرب کے مشرکوں کا تھا۔افسوس ہندوستان کے جاہل مسلمانوں میں بھی ہنود کی صحبت کا اثر آگیا اور یہ بھی اپنے بزگوں کے ساتھ قریب قریب یہی برتاؤ کرنے لگے''۔(۵)

یعنی یہاں کے اکثر مسلمانوں نے بھی بہت سارے بُت خانے بنا رکھے ہیں اور جنھیں وہ انبیاء، اولیاء اور شہداء کے مزارات کہتے ہیں۔وہ مزارات نہیں ہیں بلکہ پتھروں کے تراشے ہوئے اصنام ہیں اور جس کا نام اُنہوں نے فاتحہ اور زیارت دے رکھا ہے۔وہ پوجا پاٹ ہے۔

اس عبارت میں حقانی صاحب نے ہندوستان کے مسلمانوں کے مذہب واعتقاد کا رشتہ ایک طرف عرب کے مشرکوں اور دوسری طرف بھارت کے ہندوؤں کے ساتھ جوڑ

کر یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ نہ پہلے ان کا اسلام سے کوئی تعلق تھا اور نہ آج اسلام سے کوئی تعلق ہے۔ ہندوستان میں اگر کوئی سچا مسلمان ہے تو وہ صرف حقانی صاحب اور ان کے متبعین ہیں۔ باقی سب کے سب مشرک ہیں۔ فرق اگر ہے تو صرف چوٹی اور داڑھی کا ہے۔

قلم کی تلوار ان کے ہاتھ میں ہے جس طرح چاہیں ہندوستان کے مسلمانوں کو ذبح کریں، لیکن غریب اسلام پر اتنی مہربانی ضرور فرمائیں کہ اپنے اس ناپاک مشغلے کو اسلام کی خدمت سے تعبیر نہ کریں۔

(۵) اپنی کتاب کے صفحہ ۳۰۴ پر تحریر فرماتے ہیں:

”ہندوستان کے اکثر مسلمانوں پر جہالت ایسی چھائی ہوئی ہے کہ بدعتوں پر عمل کریں تو دین کی پابندی سمجھتے ہیں اور کفر کریں تو ثواب سمجھتے ہیں، اور شرک کریں تو نجات کا ذریعہ سمجھتے ہیں، ہے کوئی حد جہالت کی؟“ (٦)

ہندوستان کے مسلمانوں کی اکثریت پر حقانی صاحب کا یہ پانچواں حملہ ہے اور اس بار کا حملہ اتنا کاری ہے کہ شاید ہی کوئی مسلمان اس کی تاب لا سکے، اب تک تو گول مول اور مبہم انداز میں ہندوستان کے مسلمانوں کو غیر مسلم سمجھنے کی ترغیب دے رہے تھے۔ لیکن یہاں وہ بالکل کھل کر سامنے آ گئے ہیں، ہندوستان کے اکثر مسلمانوں پر کفر اور شرک کے ارتکاب کا الزام عائد کر دینے کے بعد اب ان کے مسلمان ہونے کا سوال ہی کہاں پیدا ہوتا ہے۔ اس لیے جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ ہندوستان میں کروڑوں مسلمان ہیں اُن کے مُنہ میں لگام دیجیے، اور اُن سے کہیے کہ ان چند ہزار افراد کے سوا جو حقانی صاحب کے ساتھ ہیں،

---

(٦) (شریعت [illegible]

ہندوستان میں کوئی مسلمان ہی کہاں ہے؟

صد حیف! کہ ہندوستان کے کروڑوں مسلمانوں پر اس کُھلے ہوئے قاتلانہ حملے کے بعد بھی لوگ حقانی صاحب کو سراہتے ہیں کہ اُنہوں نے یہ کتاب لکھ کر اسلام کی عظیم خدمت کی ہے۔

میرا خیال ہے کہ موصوف کی طرح اسلام کے دس بیس خدمت گزار اور پیدا ہو جائیں تو ہندوستان میں مسلمانوں کا کوئی مسئلہ ہی باقی نہ رہے نہ اسلام نہ مسلمان۔ عام مسلمانوں کی جی کھول کر تجہیل، تکفیر اور مذمت کرنے کے بعد اب حقانی صاحب نے صوفیوں، پیروں اور مولویوں کے خلاف جو زہر افشانی کی ہے ذرا دو تین نمونے اس کے بھی ملاحظہ فرمائیں تاکہ آپ کو اچھی طرح اندازہ لگ جائے کہ وہ کتنے بڑے شریف الطبع اور نیک سرشت انسان ہیں۔

(۶) اپنی کتاب کے صفحہ ۱۸۱ پر تحریر فرماتے ہیں:

''اب آپ سوچیں کہ یہ جاہل صوفی اور جاہل فقیر وغیرہ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللّٰہ علیہ وسلم پر اللہ تعالیٰ نے چالیس پارے قرآن شریف کے نازل کیے تھے مگر اس میں سے دس پارے آپ نے کسی کو نہیں بتلائے یہ جاہل لوگ اپنے آپ کو عاشقانِ رسول کہہ کر حضور صلی اللّٰہ علیہ وسلم پر ایک جھوٹا بہتان لگاتے ہیں''۔ (۷)

(۷) اپنی کتاب کے صفحہ ۹۲ پر تحریر فرماتے ہیں:

''جاہل جیب بھرو پیر اور جاہل پیٹ بھرو مولوی اپنے مرید اور مقتدیوں کو بہکاتے رہتے ہیں کہ تبلیغی جماعت والوں یا دیوبند کے عالموں کو یا ان کے چاہنے والوں کو تم لوگ سلام

---

(۷) ((شریعت یا جہالت، صفحہ ۱۸۱، ۱۸۲ و ۱۵۹ مطبوعہ دائرالاشاعت، مقابل مولوی مسافر خانہ، کراچی۔ طباعت

کروگے یا جواب دوگے تو کافر ہو جاؤ گے۔ جہالت کی بھی کوئی حد ہے"۔(۸)

(۸) اپنی کتاب کے صفحہ ۶۵ پر تحریر فرماتے ہیں:

"افسوس! آج اپنے آپ کو پیر اور مولوی کہلانے والے بھی مسلمانوں کو ستانے میں کسر باقی نہیں رکھتے، اپنے مُریداور مقتدیوں کو بہکاتے رہتے ہیں اور وہ لوگ ان کے کہنے میں آکر مسلمانوں کو مسجد میں نماز تک پڑھنے نہیں دیتے اور ستانے اور دُکھ دینے میں ہی اپنی ایمانداری اور نجات سمجھتے ہیں"۔(۹)

انصاف کیجئے! اِن عبارتوں میں پیروں، صوفیوں اور مولویوں کے خلاف اُنہوں نے تین طرح کے بہتان لگائے ہیں۔

پہلا بہتان:

تو یہ ہے کہ وہ لوگ یہ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن کے چالیس پارے نازل ہوئے تھے جن میں سے حضور نے دس پارے چُھپالیے۔

دوسرا بہتان:

یہ ہے کہ وہ اپنے مقتدیوں کو بہکاتے رہتے ہیں کہ تبلیغی جماعت والوں یا دیوبندی عالموں کو سلام کروگے یا جواب دوگے تو کافر ہو جاؤ گے۔

تیسرا بہتان:

یہ ہے کہ وہ مسلمانوں کو مسجدوں میں نماز نہیں پڑھنے دیتے بلکہ مسلمانوں کو ستانے اور دُکھ دینے میں اپنی نجات سمجھتے ہیں۔

حقانی صاحب ایک ذمہ دار مصنّف کی حیثیت سے اگر اپنے آپ کو اپنی تحریر کا جواب دہ سمجھتے

---

(۸)((شریعت یا جہالت صفحہ ۹۲ مطبوعہ دائرالاشاعت، مقابل مولوی مسافر خانہ، کراچی۔ طباعت دسمبر ۱۹۸۱ء))

(۹)((شریعت یا جہالت صفحہ ۶۵ مطبوعہ دائرالاشاعت، مقابل مولوی مسافر خانہ، کراچی۔ طباعت دسمبر ۱۹۸۱ء))

ہیں تو میں اُنہیں چیلنج کروں گا کہ وہ تینوں الزامات کو ثابت کریں اور اگر وہ ثابت نہیں کر سکتے اور مجھے یقین ہے کہ وہ کبھی ثابت نہیں کر سکیں گے تو اُنہیں جھوٹ کا انبار جمع کر کے مسلمانوں میں منافرت پھیلانے کا یہ ناپاک مشغلہ ترک کر دینا چاہئے۔

پھکڑّ بازوں ہی کی زبان میں انہیں گفتگو کرنی تھی تو اُنہیں کس نے کہہ دیا تھا کہ وہ کتاب کے مصنّف یا مذہبی پیشوا کی حیثیت سے مسلمانوں کے سامنے تشریف لائیں اور دینی پیشوائی کے منصب کو بدنام کریں۔ پیٹ کا ایندھن جمع کرنے کے لیے اور بھی بہت سے جائز طریقے ہیں۔اسی زبان کا ایک نمونہ اور ملاحظہ فرمائیں۔

(۹) اپنی کتاب کے صفحہ ۳۰۷ پر تحریر فرماتے ہیں:

''انگوٹھیوں میں پتھر کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے جنھیں اکثر لوگ بے سمجھے بوجھے شوقیہ پہنتے ہیں اور بعض لوگ اس نیت سے پہنتے ہیں اور گلے میں بھی لٹکاتے ہیں کہ یہ کارآمد ہے یعنی اس کو انگوٹھی میں ڈلوا کر اُنگلی میں پہننے سے یا چاندی میں منڈھوا کر گلے میں لٹکانے سے نفع ہوتا ہے اور نقصان سے انسان بچ جاتا ہے۔لہٰذا پتھروں کے نام بھی لیتے ہیں کہ یہ پتھر سلیمانی ہے یا یہ پتھر یاقوتی ہے یا یہ پتھر نیلم ہے یا زمرد ہے یا لعل ہے یا یہ کہربا ہے، یا یہ عقیق ہے، یا ضبع ہے وغیرہ۔ نفع ہونے یا نقصان سے بچنے کی نیت سے ان پتھروں کے ٹکڑوں میں تاثیر سمجھ کر اکثر مفتی، فقیر، مولوی، صوفی، مست ملنگ، پیر اور پیرزادے، درویش، سجادہ نشین وغیرہ وغیرہ کے ہاتھوں میں انگوٹھیوں میں یہ پتھر ہوتے ہیں اور بعض لوگ اپنی گردنوں میں یہ پتھر باندھے ہوئے ہوتے ہیں، اب یہ کُھلّم کُھلّا شرک ہے''۔(۱۰)

اب بتائیے! شرک کی زد سے کہاں کہاں اپنے آپ کو بچایئے گا؟ مانا کہ آپ نے

(۱۰) ((شریعت یا جہالت صفحہ ۳۰۷ مطبوعہ دارالاشاعت، مقابل مولوی مسافرخانہ، کراچی۔ طباعت دسمبر ۱۹۸۱ء))

مزارات پر جانے سے توبہ کر لی اور اختلاجِ قلب کی بیماری میں ہول دل کا پتھر اب استعمال نہیں کریں گے، یا پتھری کے مریض میں دہان فرنگ کی انگوٹھی اب نہیں پہنئے گا۔ لیکن امراض کے علاج میں دواؤں کے ستعمال سے تو اپنے آپ کو نہیں بچا سکتے اور یہ بتانے کی ضرورت نہیں کہ دوائیں آپ یہی سمجھ کر استعمال کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے اندر نفع پہنچانے یا نقصان سے بچانے کی یا ثیر رکھی ہے۔

لیکن مشکل یہ ہے حقانی صاحب کے ارشاد کے مطابق جہاں آپ نے یہ سمجھ کر کوئی دوا استعمال کی اور آپ شرک میں گرفتار ہوئے۔ مرض کی تکلیف سے گلو خلاصی تو الگ رہی شرک کا ارتکاب کر کے اُلٹے آپ نے جہنم کا عذاب مول لے لیا۔ نہ یہاں کے رہے نہ وہاں کے۔

حقانی صاحب کی اس تحریر کے بموجب اب پکا مسلمان بننے کیلئے یہ بھی ضروری ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ نے نباتات، جمادات، پتھروں اور جڑی بوٹیوں میں مخلوقِ خدا کو نفع پہنچانے کی جو تاثیر رکھی ہے آپ عملاً اور اعتقاداً اس کا بھی انکار کریں۔ ہم گنہگاروں کی بات چھوڑیئے کہ ہم تو انکے نزدیک ویسے بھی مشرک لیکن جو حضرات کہ حقانی صاحب پر ایمان لاکر ایک نئے اسلام سے روشناس ہوئے ہیں۔ ان سے میں دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ کیا وہ بھی اپنے آپ کو اس شرک سے محفوظ رکھ سکیں گے؟

(۱۰) اپنی کتاب کے صفحہ ۲۱۹ پر تحریر فرماتے ہیں: ''ہندوستان کے بعض مسلمان بھائی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نامِ مبارک سُنتے ہیں تو اپنے دونوں ہاتھ کے انگوٹھے چوم کر اپنی آنکھوں پر لگاتے ہیں اور جو اس طرح نہ کرے اُسے مسلمان ہی نہیں سمجھتے''۔ (۱۱)

(۱۱) ((شریعت یا جہالت صفحہ ۲۱۹ مطبوعہ دارُالاشاعت، مقابل مولوی مسافر خانہ، کراچی۔ طباعت دسمبر ۱۹۸۱ء))

اب بتائیے! اس صریح بہتان کا سوا اس کے اور کیا جواب ہو سکتا ہے کہ ''جھوٹے پر خدا کی لعنت''! دلیل کے ساتھ اختلافِ رائے کوئی بُری چیز نہیں ہے لیکن اتنا کُھلا ہوا افترا جس کا نہ کوئی سر ہے نہ پَیر، جھوٹ بولنے کا بالکل ایک نیا ریکارڈ ہے اور بلاشُبہہ اس فن کے ایجاد کا سہرا حقانی صاحب کے سر ہے اور غالباً یہی وہ ان کا قابلِ توصیف ہُنر ہے جس نے اُنہیں اس گروہ کا مذہبی پیشوا بنا دیا ہے۔

بغیر کسی بنیاد کے جھگڑا لگانے کا یہ طریقہ اگر دُنیا میں رائج کر دیا جائے تو آدمی بھی ایک ساتھ جمع نہ ہو سکیں۔ ظاہر ہے کہ جو لوگ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا نامِ پاک سُن کر انگوٹھا نہیں چومتے، جب اُنہیں بتایا جائے گا کہ چومنے والے انہیں مسلمان نہیں سمجھتے تو آپس میں منافرت کی جو دیوار کھڑی ہو گی اُسے کون توڑ سکے گا۔

یہ تو میں نہیں بتا سکتا کہ حقانی صاحب کی اس کتاب سے مسلمانوں کو کیا فائدہ پہنچا۔ لیکن یہ ضرور دیکھ رہا ہوں کہ اس کتاب نے مسلمانوں کے درمیان نفرت پھیلا کر دشمنانِ اسلام کا کلیجہ ٹھنڈا کیا ہے۔

اہلِ سنت پر حقانی صاحب کا یہ انتہائی ناپاک افتراء ہے کہ وہ انگوٹھا نہ چومنے والوں کو مسلمان ہی نہیں سمجھتے۔ اگر ایسا ہوتا تو حقانی صاحب نے خود ان کے متعلق لکھا ہے کہ وہ کبھی چومتے ہیں کبھی نہیں چومتے، اس سے ثابت ہوا کہ انگوٹھا چومنا وہ زیادہ سے زیادہ مستحب سمجھتے ہیں اور مستحب کا حال یہ ہے کہ کرے تو اچھا ہے نہ کرے تو کوئی الزام نہیں۔ لیکن اس کا علاج ہمارے پاس کیا ہے کہ کوئی مصنف کے بجائے مسخرہ بن جائے اور شریف لوگوں کی عزّت سے کھیلنا اپنا شیوہ بنا لے۔ حقانی صاحب کے پروانوں کو اس تحریر سے اگر کوئی تکلیف پہنچے تو ہم پر غصہ اُتارنے کے بجائے وہ حقانی صاحب کو مجبور کریں کہ مسلمانوں

پر لگائے ہوئے الزامات وہ ثابت کریں یا واپس لیں۔

انبیائے کرام کی شان میں گستاخیاں:

یہاں تک تو کتاب کے ان حصّوں پر تبصرہ تھا جس میں حقانی صاحب نے ہندوستان کے اکثر مسلمانوں کو جاہل، بے دِین اور مشرک بتایا ہے اور جھوٹے بہتان لگا کر مسلم معاشرے میں ایک دوسرے کے خلاف منافرت پھیلانے کی نہایت مذموم خدمت انجام دی ہے۔ لیکن اب کلیجہ تھام کر شقاوتوں کی وہ داستان پڑھئے جسے پڑھ کر آپ کا دل لرز اُٹھے گا۔ انبیائے کرام کی شان میں جس ملعون جسارت کے ساتھ اُنہوں نے گستاخی کی ہے، یہ اُنہی کا حصہ ہے، تحریر پڑھتے ہوئے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ کتاب لکھتے وقت قلم کی نوک پر شیطان بیٹھ گیا تھا اور اس وقت تک وہ نہیں اُترا جب تک کہ اس نے انبیاء، اولیاء، شہداء اور عام مسلمانوں کی حُرمتوں کا خون نہیں کرالیا۔

پہلی گستاخی:

قرآن شریف کے دوسرے پارے، سورۂ بقرہ کے سترہویں رکوع کی اس آیت کا حقانی صاحب نے جو ترجمہ کیا ہے وہ ذیل میں پڑھیے:۔

كَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا ((پارہ:۱، سورۂ بقرہ، آیت:۱۴۳))

”ہم نے اسی طرح تمہیں عادل (انصاف کرنے والی) اُمت بنایا ہے تاکہ تم لوگوں پر گواہ ہوجاؤ اور رسول تم پر گواہ ہوجائیں“۔

اس کے بعد لکھتے ہیں:

”سبحان اللہ! یہ شان ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت کی، جو بھلائی کا حکم

کرتے ہیں اور بُرائی سے روکنے والے ہیں۔ان کی گواہی سے بعض نبیوں کا چھٹکارا ہو گا"۔(ص:۲۰۰)(۱۲)

"چھُٹکارے" کا سوال تو اُسی کے لیے پیدا ہوتا ہے جو پہلے ملزم کی حیثیت سے پکڑا جائے۔لہٰذا ان کے کہنے کا مطلب یہ ہوا کہ خدا کے یہاں ملزم کی حیثیت سے جب انبیاء پکڑے جائیں گے تو حضور کی اُمّت کے لوگ اُنہیں چھٹکارا دِلائیں گے۔خدا کی پناہ!

اور ذرا ابلیسی نخوت ملاحظہ فرمایئے کہ اتنا کہہ کر وہ خاموش نہیں ہو گئے بلکہ انھوں نے ان لوگوں کی نشاندہی بھی فرمائی ہے جو قیامت کے دن انبیاء کو چھٹکارا دِلائیں گے۔ان کے الفاظ کے آئینہ میں آپ جھانک کر دیکھیں گے تو چھٹکارا دِلانے والوں میں خود آنجناب اور ان کے ساتھیوں کی تصویر نظر آئے گی۔ان لوگوں کی نشاندہی کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں ،خون برساتی ہوئی آنکھوں سے یہ عبارت پڑھیے:۔

"لیکن یاد رکھنا چاہیۓ کہ یہ وہی لوگ ہوں گے جنہوں نے لوگوں کو بُرائی سے روک کر جہالت سے نکالا اور نیکی و بھلائی کا حکم کر کے شریعت پر لا کھڑا کیا"۔(ص:۲۰۰)(۱۳)

مطلب یہ ہے کہ جن لوگوں نے "شریعت یا جہالت" نامی کتاب کے ذریعے لوگوں کو جہالت سے نکالا اور شریعت پر لا کھڑا کیا، وہی لوگ قیامت کے دن انبیاء کو چھٹکارا دِلائیں گے۔

پھر یہ سوچ کر کہ اُمتِ محمدی میں تو اہلِ سنت و جماعت کے لوگ بھی ہیں کہیں ایسا نہ ہو کہ اس عالی شان مرتبے کے وہ بھی دعویدار ہو جائیں۔اِس لیے اس کی بھی وضاحت کر دی جائے کہ اس منصب کے وہ حقدار نہیں ہیں، تحریر فرماتے ہیں:

---

(۱۲)((شریعت یا جہالت صفحہ ۲۰۰ مطبوعہ دارُالاشاعت، مقابل مولوی مسافر خانہ، کراچی۔طباعت دسمبر ۱۹۸۱ء))

"میرے عزیز! یہ ایک بہت بڑی کڑوی حقیقت ہے کہ آج اُمتِ محمدیہ کے اکثر لوگ طرح طرح کی برائیوں میں پھنس کر اس عالی شان مرتبے کو ٹھکرا رہے ہیں۔ عام جاہل لوگوں کی بات تو الگ رہی جو خاص خاص لوگ ہیں وہ بھی بدترین جہالت کے شکار ہیں۔ آپ کے سامنے ہے کہ جیب بھرو پیر اور ان کے مُرید کیسے کیسے کرتُوت پھیلا رہے ہیں۔ آپ آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں کہ پیٹ بھرو مولوی اور ان کے مقتدیوں نے کیسے کیسے گورکھ دھندے چلا رکھے ہیں۔ آپ دیکھ رہے ہیں کہ گمراہ صوفیوں نے کیسا دین کے اندر طوفانِ بدتمیزی برپا کر رکھا ہے۔ جاہل فقیروں، کور باطن سجادہ نشینوں، دام (پیسے) کے غلام مفتیوں نے کس کس طرح اپنی دُکانیں سجا رکھی ہیں۔ کیا ایسے مفسد لوگ قیامت کے دن کھڑے ہو کر انبیاء علیھم السلام کا چُھٹکارا کرائیں گے؟ ہرگز نہیں، ہرگز نہیں"۔ (ص:۲۰۱)(۱۴)

جذبۂ ایمانی کے ساتھ یہ خط کشیدہ سطریں پھر پڑھیے۔ کتنی کاری ضرب ہے انبیاءِ کرام کی حُرمتِ خداداد پر؟؟؟

حقانی صاحب کی یہ کتاب پڑھ کر آپ اچھی طرح باخبر ہو چکے ہوں گے کہ جیب بھرو پیر، پیٹ بھرو مولوی، گمراہ صوفی، جاہل فقیر، کور باطن سجادہ نشین اور دام کے غلام مفتی جیسے معزز القاب اُنہوں نے ہم اہلِ سنت کے لیے ایجاد کئے ہیں۔ پس خدا کا شکر ہے کہ انبیاءِ کرام کی بارگاہوں میں اس ملعون جسارت کی نسبت اُنہوں نے ہم اہلِ سُنّت کی طرف نہیں کی اور ہمیں یہ کہنے کی ضرورت ہی پیش نہیں آئی کہ اے خدا! ہم پناہ مانگتے ہیں تیرے قہر و غضب سے کہ تیرے انبیاء کی شان میں یہ گستاخانہ دعوے کر کے ہم اپنی آخرت

برباد کریں۔

دوسری گستاخی:

یہاں تو حقانی صاحب نے اُمتِ محمدی کے پردے میں اپنے لوگوں کو گمراہ کی حیثیت سے پیش کر کے انبیاء کو چھٹکارا دلانے کی دعویٰ کیا ہے، لیکن اب دو قدم آگے بڑھ کر کہتے ہیں:

''میرے پیارے بھائیو! یہ مرتبہ اور عالی شان مقام ہے حبیبِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت کا کہ انبیاءِ علیہم السلام کے درمیان یہ لوگ گواہ، مُنصِف، فیصل اور جج بن کر کھڑے ہوں گے''۔ (ص: ۲۰۰) (۱۵)

خدا کی پناہ! وہاں تو اُمّتِ محمدی کے لوگ صرف گواہ تھے اور یہاں جج اور منصف بن گئے۔ گواہ کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ وہ کسی حاکم کے سامنے کسی کے موافق یا خلاف صرف اپنا بیان دیتا ہے اور بس! لیکن جج اور منصف کا منصب گواہی دینا نہیں بلکہ ملزمین کا فیصلہ کرنا ہے۔ لہٰذا انبیاء کے درمیان اُمّتِ محمدیہ کے لوگوں کا جج اور منصف بن کر کھڑے ہونے کا مطلب یہ ہوا کہ قیامت کے دن اور محشر کی کرسی پر بیٹھ کر انبیاء کا فیصلہ کریں گے اور معاذ اللہ ملزم کی حیثیت سے انبیائے کرام ان کی عدالت میں پیش کئے جائیں گے۔

اللہ تعالیٰ کی جناب میں گستاخی:

آپ جذبۂ انصاف کے ساتھ غور کریں گے تو آپ کو واضح طور پر محسوس ہو جائے گا کہ اس ایک جملے میں حقانی صاحب نے جہاں انبیاء کی حُرمت کو مجروح کیا ہے وہاں خدا کی عظمتِ شان پر بھی اُنہوں نے حملہ کیا ہے کیونکہ اتنی بات تو ایک معمولی پڑھا لکھا مسلمان

بھی جانتا ہے کہ قیامت کے دن خدا کے سوا کوئی جج اور مُنصِف نہیں ہوگا اور نہ فیصل بلکہ جج، مُنصِف اور فیصل کی شان صرف اسی کی ہوگی اور وہی سب کا فیصلہ کرے گا۔ لیکن حقانی صاحب کا دعویٰ ہے کہ اُمّتِ محمدی کے لوگ بھی اس دن جج، منصف اور فیصل کی حیثیت سے کھڑے ہوں گے اور وہ بھی فیصلہ کریں گے۔

خدا کا منصب بندوں کے اندر تقسیم کر کے حقانی صاحب نے خدا کی جناب میں جو گستاخی کی ہے وہ اظہر من الشّمس ہے اور انبیاء کی حُرمت کو یوں گھائل کیا ہے کہ اُمّتِ محمدی کے لوگوں کو جج اور مُنصِف کی حیثیت سے اُنہوں نے انبیاء کے درمیان کھڑا کیا ہے۔ جس کا کُھلا ہوا مطلب ہے کہ انبیاء کا فیصلہ یہی لوگ کریں گے۔ حقانی صاحب نے قیامت کے دن کی جو تصویر یہاں پیش کی ہے ذرا آنکھ بند کر کے اس کا تصور کیجئے تو آپ کے رونگٹے کھڑے ہو جائیں گے۔

ہائے رے غیرتِ ایمانی تُو کہاں مر گئی!!

وہ انبیائے کرام جن کے قدموں کے غبار تک بڑے بڑے صحابہ اور اولیاء بھی نہیں پہنچ سکتے، ان کے متعلق چودھویں صدی کے مسخروں کا دعویٰ ہے کہ وہ قیامت کے دن اُنہیں چھٹکارا دِلائیں گے اور اُن کی رہائی کا فیصلہ کریں گے۔

معاذ اللّٰہ! یہی ہے ابلیسی ذہن کا وہ ننگا مظاہرہ جس پر خدا کی لعنت، فرشتوں کی لعنت اور تمام انسانوں کی لعنت ہے۔

آیتِ قرآنی کے ترجمے میں خیانت:

حقانی صاحب نے قیامت کے دن جج اور مُنصِف بننے کی ہوس میں قرآن کی آیت کے ترجمے میں تبدیلی کی ہے ذرا اس کی ایک جھلک دیکھ لیجئے تا کہ آپ کو ان کی علمی

خیانت، مذہبی بد دیانتی اور مجرمانہ ذہنیت کا اچھی طرح اندازہ لگ جائے۔

كَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا ((پارہ:۱، سورۂ بقرہ، آیت:۱۴۳))

جس کا ترجمہ اُنہوں نے یہ کیا ہے:

''ہم نے اسی طرح تمہیں عادل (انصاف کرنے والی) اُمت بنایا ہے تا کہ تم لوگوں پر گواہ ہو جاؤ اور رسول تم پر گواہ ہو جائیں''۔

((شریعت یا جہالت صفحہ ۲۰۰ مطبوعہ دارالاشاعت، مقابل مولوی مسافر خانہ، کراچی۔ طباعت دسمبر ۱۹۸۱ء))

لیکن انہی کی جماعت کے مشہور عالم مولانا اشرف علی صاحب تھانوی نے اس کا ترجمہ یوں کیا ہے: ''اور ہم نے تم کو ایسی جماعت بنا دیا ہے جو ہر پہلو سے نہایت اعتدال پر ہے تا کہ تم (مخالف) کے مقابلے میں گواہ ہو اور تمہارے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گواہ ہوں'' (ص:۲۳)

قرآنِ مجید کے ایک اور مشہور مترجم مولانا فتح محمد جالندھری نے اس آیت کا ترجمہ یہ کیا ہے:۔

''اور اسی طرح ہم نے تم کو اُمّتِ معتدل بنایا ہے تا کہ تم لوگوں پر گواہ بنو اور پیغمبر (آخر الزماں) تم پر گواہ بنیں'' (ص:۲۳)

دیکھ رہے ہیں آپ! لفظ وسط کا ترجمہ سب نے ''معتدل'' یا ''حالتِ اعتدال'' پر کیا ہے۔ دیوبند کی ''مصباح اللغات'' کے صفحہ ۹۳۲ پر بھی ''وسط'' کا ترجمہ ''معتدل'' لکھا ہے۔(۱۶)

لیکن حقانی صاحب نے اس کا ترجمہ من مانی ''عادل'' کیا ہے۔ اور اس میں بھی خیانت یہ کی

(۱۶)((مصباح اللغات، صفحہ ۸۹۱، مطبوعہ خزینۂ علم و ادب، الکریم مارکیٹ، اردو بازار، لاہور))

ہے بریکٹ کے اندر ''انصاف کرنے والی'' کے الفاظ اپنی طرف سے بڑھا دیئے ہیں، جبکہ یہاں عادل کا مفہوم ''انصاف کرنے والا'' یا ''کرنے والی'' بھی غلط ہے۔ کیونکہ عادل بنا ہے عدالت سے اور اس کے لغوی معنی ہیں گواہی کے قابل ہونا۔ (دیکھئے مصباح اللغات، ص ۵۱۴)(۱۷)

اب آپ یہ جاننا چاہیں گے کہ ترجمے میں یہ تبدیلیاں اُنہوں ں نے کیوں کی ہیں؟ تو میں یہ عرض کروں گا کہ صرف اس لئے تا کہ کھینچ تان کر کسی طرح منصف کے معنی پیدا ہو سکے اور لوگوں کو یہ کہہ کر گمراہ کیا جائے کہ دیکھئے قرآن نے خود اُمّتِ محمدی کو منصف کہا ہے، لہٰذا ہم اگر یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ قیامت کے دن ہم لوگ انبیائے کرام کے درمیان منصف اور جج بن کر کھڑے ہونگے تو کیا غلط دعویٰ ہے۔ خدا کی پناہ! دجل وفریب کی ایمان سوز شقاوتوں سے۔

آیتِ قرآنی کے ترجمے میں ایک جگہ اور خیانت:

ترجمۂ قرآن کے سلسلہ میں حقانی صاحب کی خیانتوں کا سلسلہ چل پڑا ہے تو ایک اور جگہ اُن کی خیانت ملاحظہ فرمائیے۔

آیت یہ ہے:۔

قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ

((پارہ:۱، سورۂ زمر، آیت: ۵۳))

اس کا ترجمہ دیو بندی جماعت کے مشہور عالم اشرفعلی صاحب تھانوی نے یہ کیا ہے ''آپ کہہ دیجئے کہ اے میرے بندو! جنہوں نے (کفر وشرک کر کے) اپنے اُوپر زیادتیاں کی ہیں، تم خدا کی رحمت سے نا اُمید مت ہو''۔ (ص: ۴۶۵)

(۱۷)((مصباح اللغات، صفحہ ۵۰۴، مطبوعہ خزینۂ علم وادب، الکریم مارکیٹ، اردو بازار، لاہور))

لیکن حقانی صاحب نے اس کا ترجمہ یہ کیا ہے:

''میری جانب سے کہہ دو کہ اے میرے بندو! جنہوں نے اپنی جانوں پر ظلم وزیادتی کی ہے تم اللہ کی رحمت سے نا اُمید مت ہو جاؤ''۔ (ص:۱۱۳)(۱۸)

فرق ملاحظہ فرمایا آپ نے! حقانی صاحب نے اپنے ترجمے میں ''میری جانب سے'' بڑھا دیا۔ جس کیلئے قرآن میں کوئی لفظ نہیں ہے اور غضب یہ ہے کہ اپنی طرف سے جو حصہ انہوں نے بڑھایا ہے اسے بغیر بریکٹ کے لکھا ہے تا کہ پڑھنے والا اس گمراہی میں مبتلا ہو جائے کہ یہ بھی قرآن کی آیت ہی کا ترجمہ ہے اور خیانت اُنہوں نے صرف اِس لیے کی ہے کہ قرآن کو وہ اپنی رسول دشمنی کا ہمنوا بنا سکیں۔

اور اس سازش کی تفصیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں اپنے رسول کو حکم دیا ہے کہ آپ جن کی طرف بھیجے گئے ہیں اُنہیں میرے بندو! کہہ کر پکاریئے، یہاں عباد (بندوں) سے مراد غلام ہے، اور ''غلام'' کے معنی میں کا لفظ قرآن کے اندر اور جگہ بھی استعمال ہوا ہے۔ جیسا کہ سورۂ نور میں ہے:

وَاَنْكِحُوا الْاَيَامٰى مِنْكُمْ وَالصّٰلِحِيْنَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَاِمَآئِكُمْ

((پارہ:۱۸، سورۂ نور، آیت:۳۲))

اس آیت کا ترجمہ مولانا اشرف علی تھانوی نے یوں کیا ہے:

''اور تم میں جو بے نکاح ہوں تو ان کا نکاح کر دیا کرو اور (اسی طرح) تمہارے غلام اور لونڈیوں میں سے جو نکاح کے لائق ہو اس کا بھی'' (ص:۳۵۵ ترجمۂ تھانوی)

لیکن حقانی صاحب کو رسول کا غلام بننا گوارہ نہیں ہے۔ کیونکہ وہ انبیاء کے درمیان جج بننے

(۱۸)((شریعت یا جہالت صفحہ ۱۱۳ مطبوعہ دائرالاشاعت، مقابل مولوی مسافر خانہ، کراچی۔ طباعت دسمبر ۱۹۸۱ء))

کے دعویدار ہیں۔ بھلا وہ غلام کیونکر بنیں گے۔

قرآن کے ترجمے میں ایک اور جگہ خیانت:

سورۃ اَلَمْ نَشْرَح کی آیتِ کریمہ وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ کا ترجمہ حقانی صاحب نے یہ کیا ہے، ''ہم نے تیرا ذکر بلند کیا''۔ (ص:۲۱۰)(۱۹)

اس میں حقانی صاحب نے لَكَ کا ترجمہ چھوڑ دیا ہے جس کے معنی ہیں ''آپ کی خاطر'' یا ''آپ کیلئے''۔

یہاں بھی آپ یہ معلوم کرنا چاہیں گے کہ اُنہوں نے یہ حرکت کیوں کی ہے تو اس کے متعلق عرض یہ ہے کہ اتنی بات تو آپ بھی جانتے ہیں کہ قرآن کے اندر ایک لفظ بھی بے کار نہیں ہے ،اسلئے لَكَ کے لفظ سے قرآن کا مدعا یہ ہے کہ آپکا ذکر جو بلند کیا گیا ہے تو یہ اعزاز صرف آپ کیلئے ہے آپ کی دل جوئی کیلئے ہے اور آپ کی خاطر ہے۔ اس مفہوم سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ محبوبیت نمایاں ہوتی ہے لیکن چونکہ حقانی صاحب کو حضور کی عظمتِ شان کے اِظہار سے نفرت و دُشمنی ہے اس لیے اُنہوں نے اس لفظ کا ترجمہ چھوڑ دیا ہے، بلکہ یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی ہی سے اُنہیں ایک طرح کی جلن ہے۔ جس کا ثبوت آنے والے صفحات میں آپ کو مل جائے گا۔

محبوبِ کبریا صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی:

حقانی صاحب نے اپنی کتاب کے صفحہ ۷۰ پر عہدِ رسالت کا ایک واقعہ نقل کیا ہے کہ ایک دن حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کفارِ قریش حاضر ہوئے اور حضور سے تین سوالات دریافت کیے۔ حضور نے نزولِ وحی کی اُمید پر اُن سے فرمایا کہ کل آنا، کل جواب

(۱۹) ((شریعت یا جہالت صفحہ ۲۱۰ مطبوعہ دار الاشاعت، مقابل مولوی مسافر خانہ، کراچی۔ طباعت دسمبر ۱۹۸۱ء))

دیں گے۔ حضور اس موقع پر اِنْ شَاءَ اللّٰہ کہنا بھول گئے، اس پر پندرہ دن وحی نہیں آئی۔ اس کے بعد لکھتے ہیں: ''پھر جبرئیل علیہ السلام سورۂ کہف لے کر نازل ہوئے، اس میں اِنْ شَاءَ اللّٰہ نہ کہنے پر آپ کو ڈانٹا گیا''۔ (ص:۱۷۰)(۲۰)

خدا کی پناہ! کلیجہ کانپ گیا اس جملے پر، حقانی صاحب نے ''ڈانٹا گیا'' کا لفظ اپنی طرف سے صرف اس لیے بڑھایا ہے تاکہ رسول کی تحقیر ہو اور پڑھنے والے یہ تاثر لے کر اُٹھیں کہ خدا کے یہاں رسول کی کوئی عزّت نہیں ہے، ورنہ واقعہ صرف اتنا ہے کہ جبرئیلِ امین جو اس آیت کو لے کر اُترے اس میں رسول کو تعلیم دی گئی کہ آئندہ جب بھی کل کے بارے میں کسی کام کے کرنے کا وعدہ فرمائیں تو اِنْ شَاءَ اللّٰہ ضرور کہہ لیا کریں۔ خدا اپنے رسول کا معلّم ہے۔ اس نے اس آیت کے ذریعے اپنے رسول کو جو تعلیم دی ہے اسے ڈانٹنے سے تعبیر کرنا جہاں رسول کی تنقیص کرنا ہے وہاں خدا کے اوپر بھی افتراء ہے کہ اس نے اپنے محبوب کو ڈانٹا۔ اور حقانی صاحب بہتان باندھ رہے ہیں کہ اس نے ڈانٹا۔ اور مان لیا تھوڑی دیر کے لیے کہ خالق و مالک ہونے کی حیثیت سے اس نے ڈانٹا بھی تو کیا ایک وفادار اُمّتی کا یہی شیوہ ہونا چاہیے کہ تشہیر کرتا پھرے کہ ہمارے رسول کو جبرئیلِ امین کے ذریعہ ڈانٹا گیا؟ (۲۱)۔ خدا کی لعنت ہو ایسی جسارت پر۔

---

(۲۰) ((شریعت یا جہالت صفحہ ۱۷۰ مطبوعہ دارُ الاشاعت، مقابل مولوی مسافر خانہ، کراچی۔ طباعت دسمبر ۱۹۸۱ء))

(۲۱) مولوی اشرف علی تھانوی دیوبندی نے بھی اپنے ایک وعظ ''العید والوعید'' میں پالن حقانی دیوبندی جیسی ذہنیت رکھنے والے لوگوں کا رد کرتے ہوئے کہا ہے: ''آدم علیہ السلام کا زمین میں اُترنا بھی صورتِ قہر میں لُطف تھا اور اُن پر جو عتاب ہوا وہ بھی لطف تھا باقی عصٰی اٰدم فرمانا یہ محبوبانہ انداز ہے، محبوب اپنے عشاق کو جو چاہے کہہ لیتے ہیں کبھی عاصی، کبھی غاوی بلکہ عاشق بھی محبوب کو ظالم یا ستمگر کہہ لیتا ہے جس سے وہ بُرا نہیں مانتا مگر براہِ مہربانی آپ ان سُنے ہوئے الفاظ کی نسبت اپنی طرف بطور نقل بھی نہ کریں ورنہ آپ کے عصا لگے گا بعض لوگوں کو سنے ہوئے الفاظ کی نقل کا شوق ہوتا ہے مگر اس کا نتیجہ ذلت و رسوائی کے سوا کچھ نہیں ہوتا'' (نظامِ شریعت صفحہ ۶۶۸ مطبوعہ المکتبۃ الاشرفیہ، فیروز پور روڈ، لاہور) (میثم قادری)

محمد رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں ایک اور گستاخی:

کسی بَدخو، کینہ پرور اور جھگڑالو عورت کے بارے میں آپ نے سُنا ہو گا کہ جب وہ کسی سے جھگڑا کرتی ہے تو ہوا سے لڑتی ہے۔ بالکل اسی طرح حقانی صاحب نے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیغمبرانہ عظمتوں کو مجروح کرنے کیلئے بلاوجہ ایک چھیڑ نکالی ہے، لکھتے ہیں:۔ "ہندوستان کے اکثر مسلمانوں کی جہالت تو دیکھئے! اگر کوئی کہہ دے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم انسان تھے تو اس کو وہابی اور اسلام خارج سمجھتے ہیں اور بولنا چالنا اور سلام وکلام بھی اس سے حرام سمجھتے ہیں" (ص:۱۸۶) (۲۲)

کہیے! بالکل ہوا سے لڑنے والی بات ہوئی یا نہیں؟ حضور کو اگر ہم انسان نہیں سمجھتے تو ہر روز ذکرِ ولادت کی یہ محفل کیوں منعقد کرتے ہیں؟۔ ماں باپ کے ذریعہ پیدا ہونا، دودھ پینا، پرورش پانا، یہ ساری باتیں انسان کی نہیں تو کس کی ہیں؟ کیا فرشتے بھی ماں باپ کے ذریعہ پیدا ہوتے ہیں؟ کیا معاذ اللہ خدا کے بارے میں بھی ایسا تصور کیا جا سکتا ہے مگر بات وہی ہوئی کہ جب لڑنا ہی ٹھہرا تو کوئی بات ہو یا نہ ہو ہم چھیڑ ضرور کریں گے۔

آپ کہیں گے کہ پھر حقانی صاحب کا اس چھیڑ سے مقصد کیا ہے تو اس کیلئے ہمیں کچھ کہنے سُننے کی ضرورت نہیں ہے، خود اُنہوں نے ہی اپنا مقصد بیان کر دیا ہے، فرماتے ہیں:

"ہمارا مقصد صرف اتنا ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اُنسان تھے یا نہیں؟ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم انسان نہیں تھے تو پھر جُوتا سی لینا اور بکری کا دودھ دوہ لینا یہ سب کام اِنسان کے ہیں یا اور کسی کے؟" (ص:۱۹۲) (۲۳)

---

(۲۲) ((شریعت یا جہالت صفحہ ۱۸۶ مطبوعہ دارُالاشاعت، مقابل مولوی مسافر خانہ، کراچی۔ طباعت دسمبر ۱۹۸۱ء))

(۲۳) ((شریعت یا جہالت صفحہ ۱۹۲ مطبوعہ دارُالاشاعت، مقابل مولوی مسافر خانہ، کراچی۔ طباعت دسمبر ۱۹۸۱ء))

بس اِتنا ہی کہنے کے لیے اُنہوں نے شروع میں ہمارے خلاف یہ جھوٹا الزام تراشا تھا کہ ہم حضور کو انسان نہیں سمجھتے، تاکہ اپنے دل کا غُبار نکالنے کے لیے ایک بُنیاد مل جائے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جوتا سینے والا، کپڑا بُننے والا اور دودھ دوہنے والا ثابت کر کے حقانی صاحب کا کلیجہ ٹھنڈا ہو گیا۔ اب اس کے علاوہ بھی حضور کچھ تھے یا نہیں؟ تو اسے آپ سمجھیئے۔ ان کا مقصد تو اتنا ہی تھا کہ انسانی لوازمات کے پردے میں حضور کی پیغمبرانہ عظمتوں کو چُھپا دیا جائے اور وہ پورا ہو گیا۔

کہیے! کیا اب بھی اس بحث کی کوئی گنجائش ہے کہ حقانی صاحب کون ہیں اور کیا چاہتے ہیں اور کس کا حقِ نمک ادا کر رہے ہیں۔

الزام اُلٹ گیا:

حقانی صاحب نے ہم اہلِ سُنّت پر جو یہ بہتان تراشا ہے کہ ہم حضور کو انسان نہیں سمجھتے، تو اس سے ان مدعا یہ ہے کہ ہم حضور کو ان کے درجے سے زیادہ بڑھا دیتے ہیں لیکن یہ معلوم کر کے کہ آپ سر پیٹ لیجئے گا کہ ایک طرف تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اِنسان ثابت کرنے کیلئے یہ لوگ قرآن کی آیتیں پڑھتے ہیں، حدیثوں سے دلیل پکڑتے ہیں، اور آسمان سر پر اُٹھا لیتے ہیں کہ حضور کو انسان نہیں سمجھا گیا تو قرآن وحدیث کا اِنکار لازم آئے گا۔ لیکن اپنی جماعت کے بزرگوں کے بارے میں ان حضرات کا کیا عقیدہ ہے اگر آپ اُسے پڑھ لیں تو آنکھوں میں خون اُتر آئے گا۔

ملاحظہ فرمائیے! دیوبندی جماعت کے مشہور مصنف مولانا مناظر احسن گیلانی نے بانیِ دیوبند مولانا قاسم نانوتوی کے متعلق اپنی جماعت کے بزرگوں کا یہ عقیدہ تحریر فرمایا ہے:

"میں نے انسانیت سے بالا درجہ ان کا (مولانا نانوتوی) دیکھا، وہ شخص ایک فرشتہ مقرب

تھا جو انسانوں میں ظاہر کیا گیا''۔(سوانح قاسمی، ج:ا،ص:۱۳۰۔شائع کردہ دار العلوم دیوبند)(۲۴)

جذبۂ عقیدت کی ترنگ اسے کہتے ہیں۔اب یہاں کوئی کہتا کہ جب وہ کھاتے پیتے تھے، سوتے جاگتے تھے، اور بول و براز کرتے تھے، تو فرشتۂ مقرب کیونکر ہو سکتے ہیں؟ اور انسانیت سے بالا درجہ جب رسول کا نہیں ہو سکتا تو ایک ادنیٰ اُمّتی کا کیونکر ہو جائے گا؟۔ یہیں سے سارا فرق واضح ہو جاتا ہے کہ کسے یہ لوگ اپنا سمجھتے ہیں اور کسے بیگانہ۔اور جسے اپنا سمجھتے ہیں اُس کی عظمتوں کے اظہار کے لیے کتنا کھلا دِل رکھتے ہیں اور جسے بیگانہ سمجھتے ہیں اُس کی طرف سے دِل کی تنگیوں کا کیا عالم ہوتا ہے!

مثال کے طور پر مولانا حسین احمد صاحب، جو دیوبندی جماعت کے ایک مشہور پیشوا ہیں، اُن کے متعلق ان کے چاہنے والوں کا عقیدہ پڑھیے، جو''الجمیعۃ دہلی'' کے''شیخ الاسلام نمبر'' میں چھاپ دیا گیا۔لکھتے ہیں:

''تم نے کبھی خدا کو بھی اپنی گلی کوچوں میں چلتے پھرتے دیکھا ہے۔کبھی خدا کو بھی اس کے عرشِ عظمت وجلال کے نیچے فانی انسانوں سے فروتنی کرتے دیکھا ہے؟ تم کبھی تصور بھی کر سکے کہ رب العالمین اپنی کبریائیوں پر پردہ ڈال کر تمہارے گھروں میں آ کر رہے گا۔تم سے ہم کلام ہوگا، تمہاری خدمتیں کرے گا۔نہیں! ہرگز نہیں! ایسا نہ کبھی ہوا ہے نہ کبھی ہوگا! تو پھر میں دیوانہ ہوں، مجذوب ہوں کہ بڑ ہانک رہا ہوں۔نہیں بھائیو! یہ بات نہیں ہے، سڑی ہوں نہ سودائی، جو کچھ کہہ رہا ہوں سچ ہے، حق ہے، مگر سمجھ کا ذرا سا پھیر ہے۔حقیقت ومجاز کا فرق ہے۔محبت کا معاملہ ہے''۔(شیخ الاسلام نمبر،ص:۵۹)(۲۵)

(۲۴)((سوانح قاسمی، جلد اصفحہ ۱۳۰ مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ، اقرا سنٹر، غزنی سٹریٹ، اُردو بازار، لاہور۔عکسی طباعت))

(۲۵)((روزنامہ الجمیعۃ دہلی، شیخ الاسلام نمبر، بابت ۱۵ فروری ۱۹۵۸ء، صفحہ ۵۹۔مضمون نگار: مولوی عبد الرزاق ملیح آبادی))

اس کے بعد ٹیپ کا بند ملاحظہ فرمایئے۔ لکھتے ہیں:

''تو پھر خدارا بتاؤ، جن آنکھوں نے گزی گاڑھے میں ملفوف (یعنی ملبوس) اس بندے کو دیکھا ہے وہ کیوں نہ کہیں کہ ہم نے خود اللہ بزرگ و برتر کا جلوہ اپنی اسی سرزمین پر دیکھا ہے۔ حسین احمد! اور تم کیا جانو حسین احمد کو'' (ص:۵۹)(۲۶)

کہیے! اب تو سمجھ میں آ گیا ہوگا کہ عقیدت و محبت کی لگن کیا چیز ہوتی ہے، ہم نبی اور ولی کے بارے میں ایسی بات منہ سے نکال دیں تو ہماری گردن ناپ دی جائے، اور وہ اپنے'' مولانا'' کے بارے میں لکھ کر چھاپ رہے ہیں تو اُنہیں سات خون معاف ہیں۔

مسلمانوں کی غیرتِ ایمانی کو آواز:

حقانی صاحب کی کتاب سے شانِ خداوندی میں گستاخی، انبیائے کرام کی اہانت، رسولِ عربی کی تنقیص اور قرآنِ مجید کے ترجموں میں خیانت کے جو اِلزامات پچھلے اوراق میں ثابت کیے گئے ہیں، ایک بار پھر اُنہیں پڑھیے اور جذبۂ انصاف کے ساتھ فیصلہ دیجیے کہ ان مضامین سے مسلمانوں کے جذبات کو ٹھیس لگتی ہے یا نہیں؟

غیروں کے ستم کا گلہ کرنے والو
ذرا گھر کے قاتلوں کا بھی چہرہ دیکھو

دلائل و مسائل:

یہاں تک تو حقانی صاحب کی کتاب کے ان حصوں پر بحث تھی جن میں اُنہوں نے اللہ و رسول کی شان میں بے ادبی کی ہے اور عام مسلمانوں کو گالی دے کر انہیں مشرک و بے دین بتا کر ان کا دل دکھایا ہے۔ لیکن اب اُنہوں نے اپنی کتاب میں جو مسائل بیان کیے ہیں اور

---

(۲۶)((روزنامہ الجمعیت دہلی، شیخ الاسلام نمبر بابت ۱۵ فروری ۱۹۵۸ء، صفحہ ۵۹ مضمون نگار: مولوی عبدالرزاق ملیح آبادی))

اپنے مدّعا کے ثبوت میں جو دلیلیں پیش کی ہیں ان پر بحث شروع کرتا ہوں تاکہ آپ ان کی بددیانتی، ان کی علمی لیاقت اور ان کی ''نیک طبیعت'' سے اچھی طرح واقف ہو جائیں۔

وہابی کہنے کی بحث:

حقانی صاحب نے اپنی کتاب کے صفحہ ۸۷ پر ''وہابی'' کے لفظ کو گالی تعبیر کیا ہے اور نہایت دل آزار لفظوں میں ان لوگوں کی مذمت کی ہے جو کسی کو وہابی کہتے ہیں۔ (۲۷)

حقانی صاحب عام مسلمانوں کو فریب دینے کیلئے اسٹیج پر اپنی بابت یہ اعلان کرتے ہیں کہ وہ نہ دیوبندی ہیں نہ بریلوی۔ لیکن ان کی کتاب ''شریعت یا جہالت'' کے ابتدائی صفحات میں ان کا جو تعارف کرایا گیا ہے۔ اس نے ان کے فریب کا پردہ چاک کر دیا ہے، تعارف کرانے والے نے ان کی بابت لکھا ہے کہ:

''مولانا حقانی خالص مسلکاً حنفی عالم ہیں جن کا تعلق تبلیغی جماعت سے ہے'' (ص:۳۲)۔ (۲۸)

اور ''تبلیغی جماعت'' کے متعلق یہ بتانے کی ضرورت نہیں کہ وہ دیوبندی جماعت کا دوسرا نام ہے۔

اتنا ذہن نشین ہو جانے کے بعد اب میں اس امر پر روشنی ڈالنا چاہتا ہوں کہ ''وہابی'' کا لفظ واقعۃً گالی ہے یا تبلیغی جماعت کے بزرگوں کا پسندیدہ لقب ہے، اگر تبلیغی جماعت کے بزرگوں نے اس لفظ کو خود اپنے لیے پسند فرمایا ہے اور خود اپنے آپ کو اس لفظ سے موسوم کیا ہے تو بلاشبہہ ''وہابی'' کا لفظ گالی نہیں ہے بلکہ ایک پسندیدہ لقب ہے۔

اب ملاحظہ فرمایئے! تبلیغی جماعت کے مرکزِ ہدایت مولوی اشرفعلی صاحب تھانوی (۲۹)

(۲۷) ((شریعت یا جہالت صفحہ ۸۷ مطبوعہ دارُالاشاعت، مقابل مولوی مسافر خانہ، کراچی۔ طباعت دسمبر ۱۹۸۱ء))

(۲۸) ((شریعت یا جہالت صفحہ ۳۲ مطبوعہ دارُالاشاعت، مقابل مولوی مسافر خانہ، کراچی۔ طباعت دسمبر ۱۹۸۱ء۔ ایضاً صفحہ ۱۴ مطبوعہ میر محمد کتب خانہ، آرام باغ، کراچی))

(۲۹) مولوی اشرفعلی تھانوی دیوبندی نے ایک بار کہا: ''میں تو کہا کرتا ہوں اگر میرے پاس دس ہزار روپیہ ہو، سب کی تنخواہ کر دوں، پھر دیکھو خود ہی سب وہابی بن جائیں'' (الافاضات الیومیہ، ملفوظ نمبر ۱۱۲، جلد ۲ صفحہ ۷۵، مطبوعہ المکتبۃ الاشرفیہ، جامعہ اشرفیہ، فیروز پور روڈ، لاہور) (میثم قادری)

نے ایک موقعہ پر سُنّی مسلمانوں کو خطاب کرتے ہوئے اپنے لوگوں کے بارے میں ارشاد فرمایا: ”بھائی یہاں وہابی رہتے ہیں، فاتحہ درود کیلئے کچھ مت لایا کرو“۔

(اشرف السوانح، ج:۱،ص:۴۵)(۳۰)

تبلیغی جماعت کے دوسرے سربراہ مولوی منظور نعمانی اپنے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں:

”اور ہم خود اپنے بارے میں بھی صفائی سے عرض کرتے ہیں کہ ہم بڑے سخت وہابی ہیں“۔

(سوانح مولانا محمد یوسف، ص:۱۹۰)(۳۱)

تبلیغی جماعت کے موجودہ امام مولانا محمد زکریا صاحب، مولانا نعمانی کو مخاطب کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

”مولوی صاحب! میں خود تم سے بڑا وہابی ہوں“۔ (سوانح مولانا یوسف، ص:۱۹۲)(۳۲)

اب آپ ہی انصاف کیجئے! مولانا اشرف علی تھانوی سے لے کر مولانا زکریا تک سب نے نہایت فراخدلی کیساتھ اپنے بارے میں یہ اقرار کیا ہے کہ وہ ”وہابی“ ہیں۔ ”سب سے بڑے وہابی ہیں“، اگر وہ اسے گالی سمجھتے تو اپنے منہ سے وہ اپنے آپ کو گالی نہیں دیتے، اس لیے ماننا پڑے گا کہ یہ تبلیغی جماعت کے بزرگوں کا پسندیدہ لقب ہے۔ اس لقب سے اگر تبلیغی جماعت کے لوگوں کو کوئی یاد کرتا ہے تو بُرا ماننے کے بجائے انہیں اس کا شکر گزار ہونا

---

(۳۰)((اشرفُ السوانح، جلد ا صفحہ ۴۸ مطبوعہ ادارہ تالیفاتِ اشرفیہ، چوک فوارہ، ملتان۔ کمپیوٹر ایڈیشن))

(۳۱)((سوانح حضرت مولانا محمد یُوسُف کاندھلوی، صفحہ ۲۰۲ مطبوعہ مَعْھَدُالخَلِیْل الاسلامی، ۳/۴۴۵ بہادر آباد، کراچی نمبر ۵۔ ماہنامہ الفرقان لکھنؤ، مولانا محمد یوسف نمبر، بابت جولائی، اگست، ستمبر ۱۹۶۵ء، صفحہ ۲۳۔ مضمون نگار: مولوی منظور نعمانی دیوبندی))

(۳۲)((سوانح حضرت مولانا محمد یُوسُف کاندھلوی، صفحہ ۲۰۴ مطبوعہ مَعْھَدُالخَلِیْل الاسلامی، ۳/۴۴۵ بہادر آباد، کراچی نمبر ۵۔ ماہنامہ الفرقان لکھنؤ، مولانا محمد یوسف نمبر، بابت جولائی، اگست، ستمبر ۱۹۶۵ء، صفحہ ۲۴۔ مضمون نگار: مولوی منظور نعمانی دیوبندی))

چاہئے کہ وہ بغیر کسی طلب کے ان کے بزرگوں کا پسندیدہ لقب لوگوں میں رائج کررہا ہے۔

لہٰذا حقانی صاحب! اگر نقال تبلیغی نہیں ہیں بلکہ سچے تبلیغی ہیں تو اُنہیں چاہئے کہ وہ ان مسلمانوں سے معافی مانگیں جن کی اُنہوں نے ''وہابی'' کہنے پر اپنی کتاب میں مذمت کی ہے اور مؤمن کا دل دکھا کر خدا کا عذاب مول لیا ہے۔

کافر کو کافر کہنے کی بحث:

حقانی صاحب نے اپنی کتاب کے صفحہ ۱۰۵ پر لکھا ہے کہ:

''کسی کافر کو بھی کافر کہنا مکروہ ہے''۔ (۳۳)

یعنی مکروہِ تحریمی (۳۴) ہے، حرام کے قریب ہے، یہ تو رہا چھوٹے میاں کا بیان۔ اب ان کے بڑے میاں کا بیان سُنیئے۔

دیوبندی جماعت کے مشہور مناظر مولانا مرتضیٰ حسن چاندپوری اپنی کتاب ''اشد العذاب'' شائع شدہ دارالعلوم دیوبند کے صفحہ ۱۴ پر تحریر فرماتے ہیں:

''جو کافر کو کافر نہ کہے وہ خود کافر ہے''۔ (۳۵)

مسئلے کی بحث تو الگ رہی اب یہاں سب سے مشکل سوال یہ پیدا ہو گیا کہ کافر کو کافر کہنے سے اگر حقانی صاحب کو انکار ہے تو دیوبند کے اس فتوے کی رو سے وہ کیا ہوئے، اسے وہ خود

---

(۳۳) ((شریعت یا جہالت صفحہ ۱۰۵ مطبوعہ دارالاشاعت، مقابل مولوی مسافر خانہ، کراچی۔ طباعت دسمبر ۱۹۸۱ء۔ ایضاً صفحہ ۱۰۷ مطبوعہ میر محمد کتب خانہ، آرام باغ، کراچی))

(۳۴) مکروہ سے مکروہِ تحریمی مراد لینے کے متعلق پالن حقانی دیوبندی نے خود لکھا ہے کہ: ''مکروہ سے مراد مکروہِ تحریمی ہے'' ((شریعت یا جہالت صفحہ ۱۰۲ مطبوعہ دارالاشاعت، مقابل مولوی مسافر خانہ، کراچی۔ طباعت دسمبر ۱۹۸۱ء۔ ایضاً صفحہ ۱۰۸ مطبوعہ میر محمد کتب خانہ، آرام باغ، کراچی)) (میثم قادری)

(۳۵) ((اشد العذاب صفحہ ۱۷ مشمولہ احتساب قادیانیت جلد ۱۰، صفحہ ۲۵۹ مطبوعہ عالمی مجلس ختم نبوۃ، حضوری باغ روڈ، ملتان))

سمجھیں۔اب رہ گئی یہ بحث کہ حقانی صاحب کی بات کہاں تک درست ہے؟ تو اس کا فیصلہ خود قرآن میں موجود ہے، اس کی طرف رجوع کیجئے، حقیقت بالکل واضح ہو جائے گی۔ سورۂ کافرون میں اللہ تعالیٰ اپنے رسولِ پاک کو خطاب کرتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے، قُلْ یٰٓاَیُّھَا الْکٰفِرُوْنَ اس آیت کا ترجمہ دیوبندی مذہب کے پیشوا مولانا تھانوی نے یوں کیا ہے:

"آپ ان کافروں سے کہہ دیجئے کہ اے کافرو!"

ایک طرف حقانی صاحب لکھتے ہیں کہ:

"کافر کو اے کافر کہنا مکروہِ تحریمی ہے"۔(ص:۱۰۱)(۳۶)

اور دوسری طرف خدا اپنے رسول کو حکم دیتا ہے کہ آپ کافر کو"اے کافر" کہہ کر خطاب کیجئے ۔اب اس سوال کا جواب حقانی صاحب ہی کے ذمہ ہے کہ کیا خدا نے اپنے رسول کو ایک ایسے کام کا حکم دیا ہے جو مکروہِ تحریمی ہے، یعنی حرام کے قریب ہے اور سب سے دلچسپ سوال تو یہ ہے کہ اسی بحث میں حقانی صاحب نے اپنی کتاب کے صفحہ ۹۵ پر بخاری شریف کے حوالے سے یہ حدیث نقل کی ہے:

"رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب کسی شخص نے اپنے مسلمان بھائی سے کہا اے کافر تو ان دونوں میں سے ایک ہی ہوگا"۔

اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے اُنہوں نے لکھا ہے:

"یعنی جس مسلمان کو کافر کہا گیا ہے وہ یقیناً کافر ہے تو کچھ حرج نہیں" (ص:۹۵)(۳۷)

اپنے آپ کو جھٹلانے کی اس سے زیادہ واضح مثال شاید آپ کو کہیں نہ مل سکے گی۔ایک بات

(۳۶)((شریعت یا جہالت صفحہ ۱۰۱ مطبوعہ دارُالاشاعت، مقابل مولوی مسافر خانہ، کراچی۔طباعت دسمبر ۱۹۸۱ء۔ایضاً صفحہ ۱۰۷ مطبوعہ میر محمد کتب خانہ، آرام باغ، کراچی))

(۳۷)((شریعت یا جہالت صفحہ ۹۵ مطبوعہ دارُالاشاعت، مقابل مولوی مسافر خانہ، کراچی۔طباعت دسمبر ۱۹۸۱ء))

صفحہ ۱۰۱ پر مکروہِ تحریمی ہے اور یہاں فرماتے ہیں ''کچھ حرج نہیں''۔ میں کہتا ہوں جب مکروہِ تحریمی ہے تو حرج کیوں نہیں؟ اور جب کچھ حرج نہیں تو وہ مکروہِ تحریمی کیوں ہے؟

دیکھ لیا آپ نے؟ ایک ہی رات میں مولانا بن جانے کا یہی انجام ہوتا ہے۔

میلاد کی بحث:

میلاد کے خلاف حقانی صاحب نے اپنی کتاب میں تین دلیلیں پیش کی ہیں اور تینوں دلیلیں ایسی معرکۃ الآراء ہیں کہ آپ پڑھ کر عش عش کر اُٹھیں گے۔ پہلی دلیل ملاحظہ فرمایئے:

''میلاد میں قریب قریب سب ہی لوگ جاہل ہوتے ہیں۔ شریعت کا پابند شاید ہی اس میں سے کوئی ملے۔ نہ تو میلاد پڑھنے والوں میں شریعت کی پابندی ہوتی ہے اور نہ ہی سننے والوں میں۔ کیونکہ میلاد پڑھتے ہیں اور پڑھوانے والے بھی جہالت کی وجہ سے پڑھواتے ہیں''(ص:۴۸۰)(۳۸)

شاباش! یہ ہے میلاد کے حرام ہونے کی دلیل! اب آپ ہی بتایئے کہ اسے دلیل کہیں کہ دلال! شریعت کا یہ عجیب نکتہ امامِ اعظم ابوحنیفہ کو بھی نہیں سوجھا تھا کہ مسجدوں میں جاہل اور بے شرع لوگوں کا داخلہ بند کرادیں اور عرفات کے میدان سے ایسے تمام لوگوں کو چُن چُن کر نکلوادیا جائے جو لوگ شریعت کے پابند نہیں ہیں تاکہ لوگوں کا حج خراب نہ ہو۔

معاذ اللہ! اس فہم ولیاقت پر حقانی صاحب کے پروانے اپنا سر دھنتے ہیں اور انہیں زمین و آسمان کا سب سے بڑا مولانا سمجھتے ہیں۔ اس تحریر میں ذہن وفکر کے افلاس کا ماتم اپنی جگہ پر ہے لیکن یہ ابلیسی نحوست کس درجہ اذیت ناک ہے کہ ہماری محفلِ میلاد میں سبھی جاہل وخطا کار اور آپ کی محفلِ وعظ میں سبھی فرشتے اور بے گناہ!

---

(۳۸)((شریعت یا جہالت صفحہ ۴۸۰ مطبوعہ دار الاشاعت، مقابل مولوی مسافر خانہ، کراچی۔ طباعت دسمبر ۱۹۸۱ء))

اور یہ بات بھی اپنی جگہ پر ہے کہ جاہل بے شرع لوگوں کے بیٹھنے سے اگر کوئی محفل حرام ہو جاتی ہے تو بتایا جائے کہ ان کی اصلاح کا ذریعہ کیا ہے۔ کہاں اُنہیں بٹھایا جائے کہ محفل بھی حرام نہ ہو اور خدا اور رسول کی بات بھی ان تک پہنچ جائے۔

یہاں تک تو میلاد میں شریک ہونے والوں کا حال بیان ہوا۔ اب میلاد پڑھنے والوں کا حال سُنیے، لکھتے ہیں:

"ان لوگوں کا حال یہ ہے کہ وہ نماز تک نہیں پڑھتے اور اگر نماز پڑھتے ہیں تو روزے نہیں رکھتے اور اگر نماز و روزہ کرتے ہوں گے تو شریعت کے مطابق شکل یا لباس نہیں ہوگا اور اگر یہ بات ہوگی تو اخلاق شاید ہی کسی کے ٹھیک ہوں" (ص:۴۶۵) (۳۹)

داد دیجئے عیب تلاش کرنے والی اس نگاہ کو، جس نے زندگی کا کوئی گوشہ نہیں چھوڑا ہے۔ دونوں عبارتوں کو اگر جوڑ دیا جائے تو انکے کہنے کا مدعا یہ ہے کہ اس دھرتی پر سر سے پاؤں تک عیب کا مجموعہ، بے نمازی، جاہل، بے دین، بے عمل، اور بد شکل اگر کوئی ہے تو وہ صرف سُنّی مسلمان ہیں اور بے عیب ذات صرف آپ کی ہے اور آپ کے فرشتہ خصلت ہمنواؤں کی!

اب دوسری دلیل ملاحظہ فرمایئے، تحریر فرماتے ہیں:

"آپ نے دیکھا ہوگا کہ گھر کے اندر میلاد پڑھی جاتی ہے تو باہر بیٹھنے والے مزے سے باتیں کرتے رہتے ہیں"۔ (ص:۴۸۱) (۴۰)

اللہ اکبر! میلاد کے حرام ہونے کی یہ دوسری دلیل بھی کسی کولڈ اسٹور میں رکھنے کے قابل ہے تاکہ سڑنے گلنے سے محفوظ رہے۔ ان کے کہنے کا مدعا یہ ہے کہ میلاد کی محفل کہیں ہو تو

(۳۹) ((شریعت یا جہالت صفحہ ۴۶۵ مطبوعہ دار الاشاعت، مقابل مولوی مسافر خانہ، کراچی۔ طباعت دسمبر ۱۹۸۱ء))

(۴۰) ((شریعت یا جہالت صفحہ ۴۸۱ مطبوعہ دار الاشاعت، مقابل مولوی مسافر خانہ، کراچی۔ طباعت دسمبر ۱۹۸۱ء))

سارے محلے میں کرفیو نافذ کردیا جائے کہ کوئی بات نہ کرے۔ ورنہ چوپٹ راجہ میلاد ہی کو ممنوع قرار دے دیں گے، اور نمازیوں کو بھی آج سے باخبر کردیا جائے کہ اپنی نماز کی خیر چاہتے ہو تو جو لوگ نماز نہیں پڑھ رہے ہیں انکے منہ میں کپڑا ٹھونس دو، کیونکہ اُنہوں نے ذرا سی بھی آپس میں کانا پھوسی کی، ان کا تو کچھ نہیں بگڑے گا البتہ تمہاری نماز حرام ہو جائے گی۔

میں نہیں سمجھتا کہ حقانی صاحب نے ہوش وحواس کی حالت میں یہ کتاب لکھی ہے یا اُس وقت وہ کسی غنّے میں تھے، اُنہوں نے اس کا بھی خیال نہیں کیا کہ ان کی یہ تحریر اہلِ علم بھی پڑھیں گے۔ آخر وہ کیا سوچیں گے اور نہ اُنہیں یہ یاد رہا کہ میلاد کی حرمت پر وہ دلیلیں پیش کررہے ہیں ان ہی دلیلوں سے ان کی محفلِ وعظ بھی تو حرام ہوسکتی ہے۔

اب تیسری دلیل ملاحظہ فرمایئے! ''عین الهدایہ'' نام کی کسی اُردو کتاب سے میلاد کے خلاف ایک فتویٰ نقل کرتے ہیں:

''جو لوگ مجلسِ میلاد میں راگ کے اشعار پڑھتے ہیں تو پڑھنا اور سننا دونوں حرام ہے اور پڑھنے والوں پر خوفِ شدید ہے (کفر ہے)''۔ (ص:۴۷۵)(۴۱)

میلاد پڑھنے والوں کو کافر بنانے کے شوق میں حقانی صاحب نے اپنی طرف سے بریکٹ کے اندر ''کفر'' کا لفظ بڑھادیا۔ ٹھیک ہی کہا ہے بزرگوں نے کہ ''خدا جب دین لیتا ہے تو عقلیں چھین لیتا ہے''۔ یہ فتویٰ نقل کرتے وقت حقانی صاحب نے اتنا نہیں سوچا کہ میں بھی تو آخر محفلِ وعظ میں راگ کے ساتھ قوالی گاتا ہوں، اگر راگ کے ساتھ اشعار پڑھنا اور سُننا میلاد میں حرام ہے تو وعظ میں کیسے جائز ہو جائے گا؟ راگ کے ساتھ اشعار پڑھنے والوں پر جب کُفر کا خوف ہے تو ''لَے'' اور ''سُر'' کے ساتھ گانے والے کیونکر کفر سے محفوظ رہ سکیں گے۔

---

(۴۱)((شریعت یا جہالت صفحہ ۴۷۵ مطبوعہ دارالاشاعت، مقابل مولوی مسافر خانہ، کراچی۔ طباعت دسمبر ۱۹۸۱ء))

میلاد کے خلاف حقانی صاحب کی پیش کردہ تینوں دلیلوں کا حشر آپ نے دیکھ لیا۔ بتایئے ان میں سے کوئی دلیل بھی اس قابل ہے کہ اہلِ علم اس کی طرف توجہ کریں۔ جواب دینے کی بات تو الگ رہی، میں تو خیال کرتا ہوں کہ ان خرافات کو پڑھنا بھی اہلِ علم اپنی توہین سمجھیں گے۔

قیام کی بحث:

قیام کے خلاف حقانی صاحب نے جس دلیل کو بار بار دہرایا ہے وہ یہ ہے:

(۱) ''حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جب حیاتِ طیّبہ میں قیام کو پسند نہیں فرمایا تو بعد وفات کیسے پسندیدہ ہو گیا''۔ (ص:۴۵۳) (۴۲)

(۲) ''آپ صاحبان نے پڑھ لیا کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابۂ کرام کو قیام سے منع فرمایا'' (ص:۴۵۹) (۴۳)

(۳) ''مذہب تو اس کو کہتے ہیں جو قرآن وحدیث سے ثابت ہو، جب حدیثوں سے قیام کرنا منع ثابت ہے تو پھر تاویلیں کرنا بیکار ہے فوراً مان لینا چاہیے۔ اسی کا نام ایمان ہے''۔ (ص:۴۶۰) (۴۴)

لیکن منع والی حدیث کے ساتھ ساتھ حقانی صاحب نے ایک حدیث اور نقل کی ہے جو عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے، حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

''جب حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آتی تھیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کے لیے اُٹھتے اور ان کی پیشانی کا بوسہ لیتے اور اپنے پاس بٹھاتے اور جب خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس

---

(۴۲)((شریعت یا جہالت صفحہ ۴۵۳ مطبوعہ دارالاشاعت، مقابل مولوی مسافر خانہ، کراچی۔ طباعت دسمبر ۱۹۸۱ء))

(۴۳)((شریعت یا جہالت صفحہ ۴۵۹ مطبوعہ دارالاشاعت، مقابل مولوی مسافر خانہ، کراچی۔ طباعت دسمبر ۱۹۸۱ء))

(۴۴)[illegible]

جاتے تو وہ اپنی جگہ سے اُٹھ جاتی تھیں اور حضور صلی اللّٰہ علیہ وسلم کا بوسہ لیتیں اور اپنی جگہ بٹھاتیں" (ص ۴۵۴)(۴۵)

اب سوال یہ ہے کہ قیام اگر حضور صلی اللّٰہ علیہ وسلم کو ناپسند تھا تو سیدہ فاطمہ رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہا حضور کے لیے کیوں قیام کرتی تھیں؟ کیا اُنہیں حضور کی ناپسندیدگی کا علم نہیں تھا یا معاذ اللّٰہ جان بوجھ کر وہ حضور کے حکم کی نافرمانی کرتی تھیں؟

اور دوسرا سوال یہ ہے کہ حضور نے جس طرح صحابۂ کرام کو قیام کرنے سے منع فرمادیا تھا، سیدہ فاطمہ کو نہیں منع کیا۔

تیسرا سوال یہ ہے کہ جب حضور کو اپنے لیے قیام پسند نہیں تھا تو خود سیدہ فاطمہ کے لیے کیوں قیام فرماتے تھے؟۔

اِن تمام باتوں سے ثابت ہے کہ اپنے لیے قیام کرانا اور دوسروں کیلئے قیام کرنا، دونوں حضور کے نزدیک جائز تھے۔ اس کا جواب حقانی صاحب نے یہ دیا ہے:

"یہاں پر جو بات چل رہی ہے وہ ساری جماعت کی ہے۔ یعنی مجلسِ میلاد میں ساری جماعت کا اُٹھنا کیسے جائز ہو سکتا ہے؟ کیونکہ ساری جماعت کے اُٹھنے کا ثبوت آپ کو کہیں سے بھی نہیں ملے گا"۔ (ص:۴۵۵)(۴۶)

کہنے کا مطلب یہ ہے کہ سیدہ فاطمہ والی حدیث سے صرف فرداً فرداً قیام کا ثبوت ملتا ہے۔ پوری جماعت کے قیام کا ثبوت نہیں ملتا۔ جبکہ میلاد میں پوری جماعت قیام کرتی ہے، میں کہتا ہوں کہ پوری جماعت کے قیام کا ثبوت تو خود ان ہی کی کتاب میں موجود ہے جب وہ خود اپنی لکھی ہوئی کتاب نہیں سمجھ سکتے تو دوسروں کی کتاب کیا سمجھیں گے۔ اسی سے یہ

(۴۵)(شریعت یا جہالت صفحہ ۴۵۴ مطبوعہ دارُ الاشاعت، مقابل مولوی مسافر خانہ، کراچی۔ طباعت دسمبر ۱۹۸۱ء)

اندازہ لگا لیجئے اُن کے علم وفہم کا۔ موصوف نے ''فتاویٰ قاضی خان'' کے حوالہ سے قیام ہی کی بحث میں تحریر فرمایا ہے:

''چند لوگ قرآن پڑھتے ہوں یا ایک شخص قرآن پڑھتا ہے پھر اس کے پاس کوئی خاص میں سے آیا تو فقہا نے کہا ہے کہ آنے والا مرد عالم ہو یا قاری یا باپ یا اُستاد، تو اس کے واسطے سے اُٹھنا جائز ہے''۔ (ص:۴۵۴)(۴۷)

اس عبارت سے واضح طور پر یہ بات ثابت ہو گئی کہ چند لوگ قرآن پڑھتے ہوں تو عالم، اُستاد یا باپ کے لیے سب کا قیام کرنا جائز ہے کیونکہ یہ عین ممکن ہے کہ آنے والا سب کا اُستاد ہو یا سب کا باپ ہو یا سب کے لیے قابلِ احترام عالم ہو، تو ایسی صورت میں جب سب کے سب ایک ساتھ اُٹھیں گے تو ساری جماعت کا قیام تو خود ہی ثابت ہو گا۔ اب اس کا جواز ثابت کرنے کے لیے مزید کسی دلیل کی حاجت ہی کیا باقی رہی۔ فقہاء کا کلام سمجھنے کیلئے جس فہم وبصیرت کی ضرورت ہے اگر وہی کسی کے اندر موجود نہ ہو تو اس کا علاج ہمارے پاس کیا ہے؟

یہاں ایک سوال:

اور بھی ہے جو صاحبِ فہم کے لیے خاص طور پر قابلِ توجہ ہے اور یہ ہے کہ تلاوتِ قرآن کی حالت عین عبادت کی حالت ہے، اور اس حالت میں بھی فقہا نے باپ، اُستاد اور عالمِ دین کے لیے قیام کی اجازت دی ہے، اسی سے بزرگوں کے قیامِ تعظیمی کی اہمیت کا پتا چلتا ہے کہ عبادت کی حالت میں بھی اُسے نہیں ترک کیا گیا۔

دوسرا سوال:

یہ ہے کہ حقانی صاحب کی تحریر کے مطابق جب حدیثوں سے رسول (صلی اللّٰہ علیہ وسلم) کے لیے قیام کی ممانعت ثابت ہے تو فقہائے احناف نے اُمّتی کے لیے کیوں جائز قرار دیا؟۔ کیا اس بات سے فقہاء پر رسول کی نافرمانی کا الزام نہیں عائد ہوتا؟

تیسرا سوال:

یہ ہے کہ حقانی صاحب کی تحریر کے مطابق جب حضور صلی اللّٰہ علیہ وسلم نے حیاتِ طیّبہ میں قیام کو ناپسند فرمایا اور وفات کے بعد بھی قیام انہیں ناپسند ہے تو فقہائے احناف نے حضور کے روضۂ مبارک پر حاضر ہونے والوں کو اس بات کی کیوں تلقین فرمائی ہے کہ وہ حضور کے روضہ کے سامنے ہاتھ باندھ کر کھڑے ہوں اور اسی ہیئت کے ساتھ صلوٰۃ وسلام عرض کریں۔ (حوالہ کیلئے دیکھئے (۴۸) عالمگیری، باب زیارۃ قبر النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم۔ (۴۹) ملتقی الأبحر ج ۱ ص ۳۱۳۔ (۵۰) لباب المناسک علامہ رحمۃ اللّٰہ السّندی، ص ۲۲۸)

---

(۴۸) ''فتاوی عالمگیری'' کی عربی عبارت ملاحظہ فرمائیں، لکھا ہے:

''ثم ینهض فیتوجه إلی قبره صلی اللّٰه علیه وسلم، فیقف عند رأسه مستقبل القبلة ثم یدنو منه ثلاثة أذرع أو أربعه ولا یدنو منه أکثر من ذلك ولا یضع یده علی جدار التربة فهو أهیب وأعظم للحرمة ویقف کما یقف فی الصلاة، ویمثل صورته الکریمة البهیة کأنه نائم فی لحده عالم به یسمع کلامه''

(فتاوی عالمگیری، کتاب المناسک، باب زیارۃ النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم، جلد ۱ صفحہ ۲۶۵، مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ، سرکی روڈ، کوئٹہ)

''فتاوی عالمگیری'' کی عربی عبارت کا اُردو ترجمہ ملاحظہ فرمائیں: ''رسول اللہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم کی قبرِ مبارک کی طرف متوجہ ہو اور سر مبارک کے قریب قبلہ رُو کھڑا ہو جائے، پھر اس سے تین یا چار گز قریب ہو، اس سے اور زیادہ قریب نہ ہو، اور تربت کی دیواروں پر ہاتھ نہ رکھے، اس واسطے کہ بہت ہیبت کی جگہ ہے اور عظمت اس کی اعظم ہے، اور اس طرح کھڑا ہو جیسے نماز میں کھڑا ہوتا ہے، اور رسول اللہ کی صورتِ کریم کا یوں تصور کرے کہ گویا آپ لحد میں سوتے ہیں اور اس کے حال سے واقف ہیں اور اس کا کلام سُنتے ہیں'' (فتاویٰ عالمگیری، جلد ۱، صفحہ ۱۱۴، ۱۱۵، قبرِ نبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم کی زیارت کے بیان میں (اُردو ترجمہ) مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ، اقرا سنٹر، غزنی سٹریٹ، اردو بازار، لاہور۔ مترجم: مولوی امیر علی غیر مقلد، تسہیل و عنوانات: مولوی ابو عبداللہ دیوبندی) (میثم قادری)

(۴۹) یہاں کاتب سے شرح کا لفظ چھوٹ گیا ہے، کیونکہ مذکورہ بالا عبارت ''مُلتقی الابحُر'' میں نہیں بلکہ شرح ''مُلتقی الابحُر'' یعنی ''مَجمَعُ الأنھُر'' میں موجود ہے، عبارت ملاحظہ فرمائیں:

''ویقف کما یقف فی الصلاة، ویقول السلام علیك أیها النبی ورحمة اللّٰہ وبرکاته، السلام علیك یارسول اللّٰہ، السلام علیك یاخیر خلق اللّٰہ إلخ''

(مَجمَعُ الأنھُر فی شرح مُلتقَی الأبحُر، اَلجُزء الأوّل، صفحہ ۴۶۳، ۴۶۴ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان۔ ایضاً اَلجُزء الأوّل، صفحہ ۴۶۳، ۴۶۴، مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ، سرکی روڈ کوئٹہ، ۳۔ شیش محل روڈ، لاہور)

''مَجمَعُ الأنھُر'' کی عربی عبارت کا اُردو ترجمہ ملاحظہ فرمائیں:

''اور اس طرح کھڑا ہو جیسے نماز میں کھڑا ہوتا ہے، اور کہے: السلام علیك أیها النبی ورحمة اللّٰہ وبرکاته، السلام علیك یارسول اللّٰہ، السلام علیك یاخیر خلق اللّٰہ الخ'' (میثم قادری)

(۵۰) حضرت علّامہ رحمت اللہ سندھی (متوفّٰی ۹۹۳ھ) رحمة اللّٰہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

''ثم توجه مع رعایة غایة الأدب، فقام تجاه الوجه الشریف متواضعاً خاضعاً خاشعاً مع الذلة والانکسار والخشیة والوقار والھیبة والافتقار غاض الطرف مکفوف الجوارح فارغ القلب واضعاً یمینه علی شماله مستقبلاً للوجه الکریم مستدبراً للقبلة تجاه مسمار الفضة علی نحو أربعة أذرع لا الأقل من الساریة التی عند رأسه الکریم، ناظراً الی الارض أوالی أسفل مایستقبله من الحجرة الشریفه محترزاً عن اشغال النظر بماھُناك من الزینة متمثلاً صورته الکریمة فی خیالك مستشعراً بأنه علیه الصلاة والسلام عالم بحضورك وقیامك وسلامك مستحضراً عظمَته وجلالَته وشرفه وقدره صلی اللّٰہ تعالٰی علیه وآله وسلم ثم قال مسلّماً مقتصداً من غیر رفع صوت لقوله تعالٰی اِنَّ الَّذِیۡنَ یَغُضُّوۡنَ اَصۡوَاتَھُمۡ عِنۡدَ رَسُوۡلِ اللّٰہِ ولا اخفاء بحضور وحیاء''

(لباب المناسك مع شرح المسلك المتقسِّط للمُلاعلی قاری مع حاشیه إرشاد الساری، باب زیارة سید المرسلین صلی اللّٰہ علیه وسلم، صفحہ ۵۵۸، ۵۵۹، مطبوعة دار الکتب العلمیة، بیروت۔ الطبعة الأولی ۱۴۱۹ھ/ ۱۹۹۸م۔ أیضاً صفحہ ۷۱۵، ۷۱۶، مطبوعة المکتبة الإمدادیة، مکة المکرمة)

اس عبارت کا اُردو ترجمہ پالن حقانی دیوبندی کے ہم مسلک مولوی الیاس گھمن دیوبندی نے ان الفاظ میں کیا ہے۔

اس تلقین سے فقہائے احناف پر کیا یہ الزام عائد نہیں ہوتا کہ اُنہوں نے اُمت کو حضور کے حکم اور مرضی کے خلاف ایک کام کرنے کی ہدایت فرمائی ہے اور وہ بھی عین حضور کے روبرو!

چوتھا سوال:

یہ ہے کہ حقانی صاحب نے اس بات پر بہت زور دیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جب قیام کو اپنے لئے ناپسند فرمایا ہے اور منع کر دیا ہے تو ہمارے اُوپر لازم ہے کہ ہم حضور کی اطاعت کے جذبے سے قیام سے رُک جائیں، لیکن اپنی اسی کتاب میں اُنہوں نے ایک حدیث اور نقل کی ہے، جس کے الفاظ یہ ہیں:

''کسی شخص نے آپ سے کہا کہ اے محمد! اے ہمارے سردار اور سردار کے لڑکے! ہم سب سے بہتر! اور بہتر کے لڑکے۔ آپ نے فرمایا، لوگو! اپنی بات کا خود خیال کر لیا کرو۔ تمہیں شیطان اِدھر اُدھر نہ کر دے، میں محمد بن عبداللہ ہوں۔ میں خدا کا بندہ اور اس کا رسول ہوں۔ قسم خدا کی میں نہیں چاہتا کہ تم مجھے میرے مرتبے سے بڑھا دو''۔ (ص:۲۴۳) (۵۱)

''پھر انتہائی ادب کے ساتھ چہرۂ اقدس کی طرف متوجہ ہو، تواضع، رسوائی، انکساری، خوف اور سکون کے ساتھ اور ہیبت، محتاجی، نگاہوں کو پست کیے ہوئے، جوارحات کو حرکات سے بند رکھتے ہوئے، دل کو ہر بات سے اُس مقصود کے لیے فارغ کیے ہوئے، چہرۂ مکرم کی طرف منہ کیے ہوئے، چہرہ مکرم کی طرف منہ کیے ہوئے، اور قبلہ مبارکہ کی طرف پُشت کیے ہوئے اور وہاں کی آرائش و تزئین سے نگاہوں کو بچاتے ہوئے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صورتِ مبارکہ کا تصور لیے ہوئے اور یہ سمجھتے ہوئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تیری موجودگی، تیرے قیام اور تیرے سلام سے باخبر ہیں، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت و جلالت، بلندی قدر کو ملحوظ رکھتے ہوئے پھر سلام پیش کرے، میانہ روی سے اور آواز کو پست رکھتے ہوئے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ اپنی آواز کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز سے پست رکھو اور بے شک جو لوگ بارگاہ نبوت میں اپنی آوازوں کو پست رکھتے ہیں (یہ وہی لوگ ہیں جن کے دِلوں کو اللہ نے خوب جانچ کر تقویٰ کے لیے منتخب کر لیا ہے، ان کو مغفرت بھی حاصل ہے اور زبردست اجر بھی) اور نہ زیادہ اخفاء کے ساتھ اور حضورِ قلب اور حیاء کے ساتھ سلام عرض کرے'' (فرقہ مماتیت کا تحقیقی جائزہ، صفحہ ۱۸۶، ۱۸۷، مطبوعہ مکتبہ اہل السنۃ والجماعۃ، ۸۷۔ جنوبی لاہور روڈ، سرگودھا) (میثم قادری)

(۵۱) ((شریعت یا جہالت صفحہ ۲۴۳ مطبوعہ دارُ الاشاعت، مقابل مولوی مسافر خانہ، کراچی۔ طباعت دسمبر ۱۹۸۱ء))

اس حدیث کے ذیل حقانی صاحب لکھتے ہیں:

''میرے عزیز دوستو! خوب سوچ لو کہ کہنے والے نے کوئی کھوٹی یا بُری بات تو نہیں کہی تھی پھر بھی اس کو روک دیا گیا۔ کیونکہ اگلی اُمتوں کی گمراہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں کے سامنے پھر رہی تھی''۔(۵۲)

جب حضور نے ہمارے سردار کہنے سے روک دیا تو دو لفظوں میں جواب دیجئے کہ اس ممانعت کے بعد حضور کو ''سردار'' کہنا جائز ہے یا نہیں۔ اگر جائز نہیں تو آپ نے اپنی کتاب کے صفحہ ۲۰۳ پر حضور کو ''سردارِ انبیاء'' (۵۳) لکھ کر حضور کے حکم کی صریح خلاف ورزی کی ہے یا نہیں؟ اور اگر جائز ہے تو جس چیز سے حضور منع فرمادیں وہ کیونکر جائز ہوگی۔ حضور کی اطاعت کا حوالہ دے کر جب مسلمانوں کو قیام سے روکا جاتا ہے تو تابعداری کا تقاضہ ہے کہ سردار کہنے سے بھی روکا جائے۔ یہ کیا ہے کہ کچھ باتوں میں تو اطاعت کی جائے اور کچھ باتوں میں نافرمانی۔ کسی حال میں بھی سچے مسلمان کا یہ شیوہ نہیں ہوسکتا۔

اس کے جواب میں شاید آپ یہ کہیں گے کہ یہاں ممانعت حقیقت پر مبنی نہیں ہے بلکہ انکسار وتواضع پر ہے۔ میں عرض کروں گا کہ بالکل یہی صورت قیام کے مسئلے کی بھی ہے اگر وہاں ممانعت حقیقت پر محمول ہوتی تو سیدہ فاطمہ کبھی قیام نہ فرماتیں۔ فقہائے احناف حضور کے روضۂ مبارک پر حاضر ہونے والوں کو بحالتِ قیام سلام پڑھنے کا کبھی حکم نہ دیتے اور شرع میں رسول کے لیے اگر قیام حرام ہوتا تو اُستاد اور عالمِ دین کیلئے ہرگز قیام کی اجازت نہ ملتی، اور یہ بھی سُن لیا جائے کہ یہ میں نہیں کہہ رہا ہوں بلکہ اُمت کے معتمد علما اور اسلام کے

---

(۵۲) ((شریعت یا جہالت صفحہ ۲۴۳ مطبوعہ دارُالاشاعت، مقابل مولوی مسافر خانہ، کراچی۔ طباعت دسمبر ۱۹۸۱ء))

(۵۳) دیکھیے ''شریعت یا جہالت'' صفحہ ۲۰۳ مطبوعہ دارُالاشاعت، مقابل مولوی مسافر خانہ، کراچی۔ طباعت دسمبر ۱۹۸۱ء۔ (میثم قادری)

عظیم المرتبت ائمہ کا یہی مسلک ہے۔ یہاں تک کہ دیوبندی جماعت کے مشہور پیشوا مولانا اشرف علی تھانوی نے بھی یہی کہا ہے۔ جیسا کہ ''فتاوی اشرفیہ'' میں وہ لکھتے ہیں:

''حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے لیے (قیام) کیوں پسند نہیں فرمایا، اس کی وجہ تواضع وسادگی وبے تکلفی تھی چنانچہ ''مرقات'' میں مصرّح ہے'' (فتاویٰ اشرفیہ، ج:۱، ص:۱۸۲)(۵۴)

حضرت سعد ابن معاذ رضی اللہ تعالی عنہٗ کی حدیث کے متعلق حقانی صاحب کا یہ کہنا جمہور علمائے اسلام کے مسلک کے خلاف ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کو کھڑے ہونے کا جو حکم دیا تھا وہ اظہارِ تعظیم کیلئے نہیں تھا بلکہ سواری سے اُتارنے کے لیے تھا۔ کیونکہ ''مسلم شریف'' کی اِسی حدیث کی شرح میں امام نوَوِی رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا ہے: ''اس حدیث سے بزرگوں کے لیے قیامِ تعظیمی کا ثبوت ملتا ہے اور اسی بنیاد پر جمہور علماء نے قیام کے مستحب ہونے کا فتویٰ دیا ہے'' (۵۵)۔ (مسلم شریف، ج:۲ ص:۹۵)

---

(۵۴) ((اِمدادُ الفتاویٰ، عنوان: احکامِ سلام و تعظیم اکابر، جلد۴، صفحہ ۲۷۳،۲۷۲ مطبوعہ مکتبہ دار العلوم، کراچی))

(۵۵) ((المنهاج، كتاب الجهاد و السِيَر، باب جواز قتال من نقض العهد، الجزء الثانی عشر، صفحہ ۹۳، مطبوعة دار احياء التراث العربی، بيروت، لبنان۔ ایضاً، جلد۲، صفحہ ۹۵ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ، مقابل آرام باغ، کراچی))

امام نوَوِی کی عبارت: ''(قُومُوْا إِلیٰ سَيِّدِكُمْ أَوْخَيْرِكُمْ) فيه إكرام أهل الفضل و تلقيهم بالقيام لهم اذا أقبلو اهكذا احتج به جماهير العلماء لاستحباب القيام''

((المنهاج، كتاب الجهاد و السِيَر، باب جواز قتال من نقض العهد، الجزء الثانی عشر، صفحہ ۹۳، مطبوعہ دار احياء التراث العربی، بيروت، لبنان۔ ایضاً، جلد۲، صفحہ ۹۵، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ، مقابل آرام باغ، کراچی)) ترجمہ: ''حدیث شریف: ''اپنے سردار یا اپنے بہتر کے لیے کھڑے ہو جاؤ''، اس میں اہلِ فضل کے اِکرام اور اُن کے آنے پر قیام کا جواز ہے، اسی طرح جمہور علمائے کرام نے قیام کے مستحب ہونے پر اس حدیث شریف سے دلیل لی ہے''۔ (میثم قادری)

علاوہ ازیں حقانی صاحب جس دیوبندی مکتبِ فکر کی نمائندگی کرتے ہیں۔ان کا بھی عمل درآمد اسی مسلک پر ہے کہ حضور کا یہ حکم حضرت سعد کی تعظیم کیلئے تھا۔جیسا کہ الجمعیۃ کے ''شیخ الاسلام نمبر'' میں اس کی صراحت ان لفظوں میں موجود ہے:۔

''دارالعلوم دیوبند کا روایتی طریقہ قُوْمُوْا اِلٰی سَیِّدِکُمْ کے مطابق یہ رہا ہے کہ بڑوں کی آمد کے وقت ادباً چھوٹے کھڑے ہوجاتے ہیں'' (شیخ الاسلام نمبر ص ۹۴) (۵۶)

یوں ہی حقانی صاحب کا یہ الزام بھی نہایت جھوٹا افترا ہے کہ میلاد کی محفل میں ہم کھڑے ہوتے ہیں کہ حضور تشریف لاتے ہیں۔یہ اگرچہ ناممکن نہیں ہے جیسا کہ خود حقانی صاحب نے اپنی اسی کتاب میں اعتراف کیا ہے:

''میرا ایمان وعقیدہ تو یہ ہے کہ کسی خاص غلام پر کرم فرما کر آنا چاہیں تو ان شاء اللہ یقیناً آسکتے ہیں اور جن مجالس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لاتے ہیں وہ مجالس انوار سے بھرپور اور خوشبو سے معطر ہوجاتی ہیں''۔(شریعت یا جہالت، ص:۴۶۳) (۵۷)

لیکن اس اعتقاد کو قیام کی بنیاد بتانا غلط ہے، بلکہ ہم اس لیے کھڑے ہوتے ہیں کہ قیام اظہارِ تعظیم کا ایک معروف ذریعہ ہے اور بارگاہِ رسالت میں ذہنی استحضار اور سرورِ کائنات کے ساتھ شعوری ارتباط کی اس سے تجدید ہوتی ہے اور تصور کی بنیاد پر غائبانہ تعظیم کا سلسلہ شریعت میں پہلے سے موجود ہے جیسا کہ بول وبراز کی حالت میں خانہ کعبہ کی طرف رُخ اور پُشت کرنے سے منع کیا گیا ہے اور حکم ساری دنیا کے مسلمانوں کے لیے ہے عام ازیں کہ کعبہ ان کے پیشِ نظر نہ ہو۔

---

(۵۶)((روزنامہ الجمعیۃ دہلی، بابت ۱۵ فروری ۱۹۵۸ء، صفحہ ۹۴۔ مضمون نگار: مولوی محمد نعیم، مدرس دارالعلوم دیوبند))

(۵۷)((شریعت یا جہالت صفحہ ۴۶۳ مطبوعہ دار الاشاعت، مقابل مولوی مسافر خانہ، کراچی۔ طباعت دسمبر ۱۹۸۱ء))

خدا کا شکر ہے کہ قیام کی بحث اپنی جملہ تفصیلات کیساتھ یہاں تمام ہوگئی اور حقانی صاحب نے قیام کے خلاف جو دلائل پیش کیے تھے اُنہی سے قیام کا جواز ثابت کر دیا گیا۔ اس طرح انہی کی تلوار سے انکا سر قلم ہوا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بھائی کہنے کی بحث:

عالمِ اسلام کی طرف سے دیوبندی جماعت کے علماء پر سالہا سال سے یہ الزام عائد ہے کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا بھائی کہتے ہیں۔ بھائی کے مفہوم میں چونکہ برابری کا تصور داخل ہے اس لئے نبی کو بھائی کہنا نبی کی تنقیصِ شان ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اخوتِ انسانی کے رشتے کے باوجود کوئی اپنے باپ، اُستاد اور پیر کو بھائی نہیں کہتا۔

حقانی صاحب نے اس الزام کا جواب دینے اور حضور کو بھائی ثابت کرنے کیے لیے ایک نیا راستہ تلاش کیا ہے۔ اُنہوں نے کہا ہے کہ ہم حضور کو بھائی نہیں کہتے بلکہ خود حضور نے ہم کو بھائی کہا ہے۔ کوڑی تو حقانی صاحب بہت دُور کی لائے ہیں لیکن اسے کیا کیجیئے گا بہت زیادہ چالاکی بھی انسان کو لے ڈوبتی ہے۔ سوال یہ ہے کہ اگر آپ حضور کو اپنا بھائی نہیں کہتے تو یہ صفائی کس بات کی پیش کرر ہے ہیں۔

یہیں سے آپ کی چوری صاف پکڑی جاسکتی ہے کہ آپ حضرات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا بھائی کہتے ہیں اور کہا ہے۔ لیکن جھوٹے کو گھر تک پہنچا دینے کے اُصول پر آپ حضرات ہی کی کتابوں سے آپکا جھوٹ فاش کر دینا چاہتا ہوں۔

یہ دیکھئے دیوبندی فرقے کی مستند کتاب ''براہینِ قاطعہ'' کے صفحہ ۳ پر مولوی خلیل احمد انبیٹھوی لکھتے ہیں:

''پس اگر کسی نے بوجہ بنی آدم ہونے کے آپ کو بھائی کہا تو کیا خلاف نص (قرآن و

حدیث) کے کہہ دیا؟ وہ تو خود نص (قرآن وحدیث) کے موافق کہتا ہے"۔(۵۸)

اوراس سے بھی واضح ثبوت دیکھنا چاہتے ہوں تو دیوبندی مذہب کی بنیادی کتاب "تقویۃ الایمان" کی یہ عبارت ملاحظہ فرمائیں، لکھتے ہیں کہ:

"اولیاء، انبیاء، امام زادہ، پیروشہید یعنی جتنے اللہ کے مقرب بندے ہیں وہ سب انسان ہی ہیں اور بندے عاجز اور ہمارے بھائی مگراُن کو اللہ نے بڑائی دی وہ بڑے بھائی ہوئے، ہم کوان کی فرمانبرداری کا حکم ہے ہم ان کے چھوٹے بھائی ہوئے، سوان کی تعظیم انسانوں کی سی کرنی چاہئے" (تقویۃ الایمان)(۵۹)

ایک طرف تو دیوبندی مذہب کی کتابوں سے بھائی کہنے کے سلسلے میں یہ دستاویزی ثبوت ملاحظہ فرمائیے اور دوسری طرف حقانی صاحب کی یہ جھوٹی تحریر پڑھیے، صاف واضح ہو جائے گا کہ وہ مسلمانوں کی آنکھوں میں دھول جھونکنا چاہتے ہیں:۔

"آج ہندوستان میں بعض جگہ اس بات پر جھگڑے چل رہے ہیں کہ فلاں فلاں لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے بڑے بھائی کے برابر سمجھتے ہیں، یہ کوئی کہنے جیسی بات ہے میرے دوستو! یہ بات عقل کے خلاف ہے،کوئی شخص مسلمان ہو کر ایسا کلمہ بھی زبان سے نکالے" (ص۲۱۶)(۶۰)

کہنے والی بات تو نہیں ہے لیکن آپ لوگوں نے کہا ہے یا نہیں؟ اور جب کہنا ثابت ہو گیا تو بقول آپ کے ہم کہنے والوں کو کس طرح مسلمان سمجھیں؟ اور مزید برآں یہ ہٹ دھرمی اور

---

(۵۸)((براہین قاطعہ، صفحہ ۷ مطبوعہ دارالاشاعت، اُردو بازار، کراچی))

(۵۹)((تقویۃ الایمان، صفحہ ۴۹ مطبوعہ کتب خانہ راشد کمپنی، دیوبند۔ ایضاً صفحہ ۶۱، ۶۲ مطبوعہ فاروقی کتب خانہ، دہلی۔ طباعت ۱۳۱۳ ہجری۔ ایضاً، ساتواں باب، عادات میں شرک، صفحہ ۹۲ مطبوعہ المکتبۃ السلفیۃ، شیش محل روڈ، لاہور))

سینہ زوری دیکھیے کہ اتنے واضح ثبوت کے باوجود یہ لوگ اُلٹے ہم ہی لوگوں کو مورِدِ الزام ٹھہراتے ہیں اور فتنہ پرداز کہتے ہیں۔ جیسا کہ حقانی صاحب لکھتے ہیں:

''فتنہ پرداز لوگ فوراً فتنہ برپا کردیتے ہیں اور ایسی پھیلاتے ہیں کہ دیکھو دیکھو یہ مولوی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بھائی کہتا ہے اور بھائی کے برابر سمجھتا ہے اس کا عقیدہ خراب معلوم ہوتا ہے۔ یہ وہابی دیوبندی یا تبلیغی معلوم ہوتا ہے'' (ص:۲۱۶) (۶۱)

ذرا جھوٹ بولنے کا یہ آرٹ ملاحظہ فرمایئے۔ کوئی بھی اس تحریر کو پڑھ کر اس کے سوا اور کیا سمجھے گا کہ دیوبندی اور تبلیغی جماعت پر بالکل یہ جھوٹا الزام ہے۔ میں کہتا ہوں کہ اس الزام کو اتنا ہی بڑا سمجھتے ہیں تو دیوبندی اور تبلیغی جماعت کی طرف سے یہ اعلان کرادیجئے کہ ہم اُن کتابوں کو نہیں مانتے جن میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بھائی کہا گیا ہے۔ کیونکہ مسلمان ہوکر کوئی بھی ایسا کلمہ ہرگز منہ سے نہیں نکال سکتا۔ کہیے منظور ہے؟؟؟؟؟

انگوٹھا چومنے کی بحث:

انگوٹھا چومنے کے خلاف حقانی صاحب نے دو دلیلیں پیش کی ہیں۔ دونوں دلیلیں اتنی معرکتہ الآرا ہیں کہ آپ بھی پڑھ کر دنگ رہ جائیں گے۔

پہلی دلیل میں اُنہوں نے ایک حدیث پیش کی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ:

''ایک دن حضور مسجد میں تشریف لائے اور حضرت بلال اذان دینے لگے جب اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ پر پہنچے تو حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے اپنے دونوں انگوٹھے آنکھ پر پھیرے اور کہا قُرَّةُ عَیْنِیْ بِكَ یَارَسُوْلَ اللّٰہ یعنی ''یارسول اللہ میری آنکھوں کی ٹھنڈک آپ ہی سے ہے''۔ اس کے بعد حضور نے ارشاد فرمایا کہ جو کوئی

ایسا کرے اور ایسا کہے قیامت کے دن میں اُس کی بخشائش کروں گا۔ اس حدیث سے چونکہ انگوٹھا چومنے کا جواز ثابت ہوتا ہے اس لیے حقانی صاحب نے اس حدیث کے خلاف لکھا ہے: ''جو حدیث انگوٹھے چوم کر آنکھوں پر لگانے کی آپ نے پڑھی اس کو علمائے حنفیہ ضعیف کہتے ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ یہ حدیث بناوٹی ہے''۔ (ص۲۲۲) (۶۲)

آپ ہی کے بیان سے ثابت ہو گیا کہ علمائے حنفیہ اسے حدیث ہی سمجھتے ہیں کیونکہ ضعیف حدیث بھی حدیث ہی ہوتی ہے اور ضعیف حدیث کا مسئلہ یہ ہے کہ وہ علمائے حنفیہ کے یہاں فضائلِ اعمال میں مقبول ہے (۶۳)۔

---

(۶۲) ((شریعت یا جہالت صفحہ ۲۲۲ مطبوعہ دار الاشاعت، مقابل مولوی مسافر خانہ، کراچی۔ طباعت دسمبر ۱۹۸۱ء))

(۶۳) ڈاکٹر خالد محمود دیوبندی نے ضعیف حدیث کے بارے میں جو لکھا ہے وہ ملاحظہ کریں:

''وہ حدیث ضعیف ہے جس کی سند موجود ہو (یعنی موضوع اور من گھڑت نہ ہو) لیکن اس کے راوی باعتبار یاداشت یا عدالت کے کمزور ہوں، لیکن اگر اسے دوسری سندوں سے تائید حاصل ہو تو یہ قبول کی جا سکتی ہے، یہی نہیں کہ صرف فضائلِ اعمال میں اسے لے لیا جائے گا بلکہ اس سے بعض حالات میں استخراج بھی کیا جا سکتا ہے، قیاس استنباطِ مسائل کے لیے ہی ہوتا ہے، امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ضعیف حدیث کو قیاس پر ترجیح دیتے تھے''

(آثار الحدیث جلد ۲ صفحہ ۱۴۵ مطبوعہ دار المعارف، الفضل مارکیٹ، اردو بازار، لاہور۔ اشاعت ۱۹۹۵ء)

ڈاکٹر خالد محمود دیوبندی نے ضعیف حدیث کے بارے مزید لکھا ہے:

''علما نے صرف پند و نصیحت، بیانِ قصص اور فضائلِ اعمال کے مواقع پر احادیثِ ضعیف کے بیان کرنے کو بلا اس کے ضعف بیان کیے جائز رکھا ہے''

(آثار الحدیث جلد ۲ صفحہ ۱۴۸ مطبوعہ دار المعارف، الفضل مارکیٹ، اردو بازار، لاہور۔ اشاعت ۱۹۹۵ء)

فرقۂ وہابیہ کی دونوں شاخوں (دیوبندیت اور غیر مقلدیت) کے امام مولوی اسماعیل دہلوی نے فضائل میں موضوع حدیث کو بیان کرنا درست قرار دیتے ہوئے لکھا ہے:

والموضوع لا یثبت شیئاً مِنَ الأحکام نعم قد یؤخذ فی فضائل ماثبت فضله بغیره تائیداً وتفصیلاً

(اُصولِ فقہ صفحہ ۹، ۱۰ مطبوعہ ادارۃ احیاء السُّنّۃ، گرجاکھ، گوجرانوالہ، پاکستان)

یعنی ''موضوع (حدیث) سے شرعی اَحکام میں کچھ ثابت نہیں ہو سکتا، ہاں فضائل میں موضوع (حدیث) کو تائیداً پیش کر سکتے ہیں''۔

اگر حقانی صاحب کو یہ مسئلہ معلوم نہیں تھا تو اُنہیں کسی اچھے عالم سے پوچھ لینا چاہئے تھا۔ اب باقی رہ گئے وہ بعض لوگ جو اس حدیث کو بناوٹی کہتے ہیں تو حقانی صاحب کے بیان کے مطابق وہ حنفی مذہب کے علماء میں سے نہیں۔ اس لئے ان کی تقلید ہمارے لیے ضروری نہیں۔ حنفی ہونے کے رشتے سے ہم صرف علمائے احناف کی رائے کے پابند ہیں۔ لہٰذا حقانی صاحب کی تحریر سے ثابت ہو گیا کہ یہ حدیث بھی احناف کے نزدیک قابلِ عمل ہے اور ضعیف کی وجہ سے چاہے اسے سنت یا واجب کا درجہ نہ دے سکیں۔ لیکن انگوٹھا چومنا مستحب یا کم از کم مباح ضرور ہے جیسا کہ خود حقانی صاحب نے بھی اس کا اعتراف کیا ہے

☆ دیوبندی مذہب کے مزعومہ حکیم الامت مولوی اشرفعلی تھانوی دیوبندی نے لکھا ہے:

''ضعیف بلا سند نہیں ہوتی بلکہ بسندِ ضعیف ہوتی ہے جو عقائد میں حجت نہیں فضائل میں کھپ جاتی ہے''

(بوادر النوادر صفحہ ۳۹۲ مطبوعہ ادارہ اسلامیات، ۱۹۰ انارکلی، لاہور)

☆ مولوی انور کوہستانی دیوبندی (فاضل و متخصص فی الحدیث) نے اپنی کتاب ''ضعیف حدیث کی شرعی حیثیت'' میں ضعیف حدیث کے احکام میں قابلِ استدلال ہونے کے بارے میں لکھا ہے:

''جمہور فقہاء و محدثین، متقدمین ہوں یا متاخرین، ''ضعیف حدیث'' سے فضائل، ترغیب و ترہیب میں برابر استدلال کرتے چلے آئے ہیں، جہاں تک احکامِ شرعیہ میں ضعیف حدیث سے استدلال کا تعلق ہے تو جمہور فقہاء و محدثین کے طرزِ عمل سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ ضعیف حدیث سے حکمِ شرعی پر استدلال کیا جا سکتا ہے، بشرطیکہ ضعف شدید نہ ہو''

(ضعیف حدیث کی شرعی حیثیت صفحہ ۷۵، ۷۶ مطبوعہ الخلیل پبلشنگ ہاؤس، فضل داد پلازہ، اقبال روڈ، راولپنڈی۔ دسمبر ۲۰۱۴ء)

☆ ماہر القادری کے ''ماہنامہ فاران، کراچی'' میں مطبوعہ مولوی عبد القدوس ہاشمی کے مقالہ ''غیر معتبر روایات'' کے جواب میں مولوی عبد الرشید نعمانی دیوبندی نے اپنے مقالہ بہ عنوان ''معتبر روایات'' میں تنقید کرتے ہوئے لکھا ہے:

''مقالہ نگار کو اتنا بھی معلوم نہیں کہ بابِ مناقب میں ضعیف روایات مقبول ہیں''

(صفحہ ۳۶، ماہنامہ بیّنات کراچی، بابت رجب المرجب ۱۳۹۸ھ/ جون ۱۹۷۸ء)

ان تمام حوالہ جات سے ثابت ہوا کہ حدیث ضعیف کو فضائل کے بیان میں پیش کیا جا سکتا ہے، فضائل میں حدیثِ ضعیف کے حجت ہونے پر دیوبندی کتب کے کافی حوالہ جات ہیں لیکن یہاں انہی پر اکتفا کرتا ہوں۔ (میثم قادری)

کہ:

''انگوٹھے چوم کر آنکھوں پر لگانا سنت واجب یا فرض نہیں ہے بلکہ مستحب یا مستحسن یا مباح کے سوا کچھ بھی نہیں''۔(ص:۲۲۲)(۶۴)

کہیے حقانی صاحب! جب انگوٹھا چومنے والی حدیث بناوٹی ہے تو یہ فعل مستحب کیسے ہو جائیگا؟۔اسے تو بدعت اور ممنوع ہونا چاہیے۔

دوسری دلیل:

حقانی صاحب نے وہ بہت ساری حدیثیں نقل کی ہیں جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نامِ پاک سُن کر درود شریف پڑھنا ضروری ہے۔ان حدیثوں کو پیش کر کے اُنہوں نے اپنا مدعا اس طرح ثابت کیا ہے:۔

''میرے عزیز دوست! ایمانداری سے فیصلہ کرنا اس بات کا کہ جب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نامِ مبارک سُنے تو کیا کرنا چاہیے۔اپنے دونوں ہاتھ کے انگوٹھے چوم کر آنکھوں پر رکھنا چاہیے یا درود شریف پڑھنا چاہیے''۔(ص:۲۱۹)(۶۵)

اب ہم اس الزام کا جواب سوا اس کے اور کیا دے سکتے ہیں کہ حنفی مذہب کی کتابوں کا پھر سے مطالعہ کیجیے اور سچے جذبے کے ساتھ یہ معلوم کیجیے کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم انام سُن کر انگوٹھا چومنے کے سلسلہ میں احناف کا صحیح مذہب کیا ہے۔یہ دیکھئے حنفی مذہب کی معتبر کتاب ''شامی'' میں اس مسئلے کی صحیح تفصیل یوں لکھی ہوئی ہے:

''مستحب یہ ہے کہ اذان میں پہلی بار حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نامِ پاک سُن کر یہ

---

(۶۴)((شریعت یا جہالت صفحہ ۲۲۲ مطبوعہ دارُ الاشاعت، مقابل مولوی مسافر خانہ، کراچی۔طباعت دسمبر ۱۹۸۱ء))

(۶۵)((شریعت یا جہالت صفحہ ۲۱۹ مطبوعہ دارُ الاشاعت، مقابل مولوی مسافر خانہ، کراچی۔طباعت دسمبر ۱۹۸۱ء))

درود شریف پڑھے صَلَّی اللّٰہ عَلَیْكَ یَارَسُوْلَ اللّٰہ اور دوسری بار کہے قُرَّۃُ عَیْنِیْ بِكَ یَارَسُوْلَ اللّٰہ اس کے بعد دونوں انگوٹھے آنکھوں پر رکھ کر یہ دعا پڑھے اَللّٰھُمَّ مَتِّعْنِیْ بِالسَّمْعِ وَالْبَصَرِ جو شخص ایسا کرے گا اور کہے گا اس کے لیے حضور نے بشارت دی ہے کہ قیامت کے دن جنت کی طرف اس کی پیشوائی کروں گا۔ جیسا کہ ''کنز العباد'' میں یہ حدیث منقول ہے'' (شامی، ج:۱، باب الاذان، ص:۲۹۳) (۶۶)

حقانی صاحب! حنفی مذہب میں حضور پاک کا نام سُن کر انگوٹھا چومنے کا صحیح طریقہ یہ ہے اور اسی طریقے کے ہم پابند ہیں۔ اسی میں درود شریف پڑھنے کی بھی ہدایت کی گئی ہے۔ اب تو شاید آپ یہ سوال نہیں کریں گے کہ انگوٹھا چومنا چاہیے یا درود شریف پڑھنا چاہیے۔ علمائے احناف کہتے ہیں کہ دونوں کو کرنا چاہیے اور دونوں میں کوئی منافات نہیں کہ چومنا لبوں کا کام ہے اور پڑھنا زبان کا کام۔

حقانی صاحب! آپ نے اپنے متعلق لکھا ہے کہ: ''میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں حنفی مذہب کا ماننے والا ہوں'' (ص:۲۲۲) (۶۷)

آپ حنفی مذہب کے ماننے والے ہیں تو یہ چیز چھپنے کی نہیں ہے۔ قَسم کھانے کی ضرورت کیا تھی؟ بُرا نہ مانئے تو عرض کروں کہ قَسم کھا کر شاید آپ نے مدینہ کے منافقین کی سُنّت پر عمل کیا ہے کیونکہ وہ بھی قسم کھا کر کہتے تھے کہ ہم مذہبِ اسلام کے ماننے والے ہیں۔ بہر حال آپ اگر حنفی ہیں تو انگوٹھا چومنے کے سلسلہ میں حنفی مذہب کا مسئلہ ہم نے کھول کر بیان کر دیا۔

اب کہیے! ایک سچے حنفی کی طرح کیا آپ اس مسئلہ پر آج سے عمل کریں گے؟

---

(۶۶) ((شامی، کتاب الصلوۃ، باب الاذان، جلد۱، صفحہ ۲۹۳، مطبوعہ المکتبہ الرشیدیہ، سرکی روڈ، کوئٹہ))

(۶۷) ((شریعت یا جہالت صفحہ ۲۲۲ مطبوعہ دارُالاشاعت، مقابل مولوی مسافر خانہ، کراچی۔ طباعت دسمبر ۱۹۸۱ء))

اور دوسرا سوال یہ ہے کہ ''شامی'' کی مذکورہ بالا عبارت میں درود شریف کا جو صیغہ تعلیم کیا گیا ہے اس کا ترجمہ یہ ہے ''اللہ تعالیٰ آپ پر درود بھیجے یا رسول اللہ''، حنفی مذہب کا یہ مسئلہ ساری دنیا کے مسلمانوں کے لیے ہے، اس کا مطلب یہ ہوا کہ ہر جگہ کے حنفی مسلمانوں کو یہ تعلیم دی گئی ہے کہ وہ درود پڑھتے وقت یا رسول کہیں، یہیں سے یہ مسئلہ بھی واضح ہو گیا کہ دُور سے یا رسول اللہ کہنا اور خدا کے مقرب بندوں کا نام پُکارنا حنفی مذہب میں قطعاً جائز ہے۔ اب جو اسے شرک یا حرام کہتا ہے تو وہ کسی اور مذہب کا ماننے والا ہے۔ حنفی مذہب کا ماننے والا ہرگز نہیں ہو سکتا۔ انگوٹھا چومنے کو حرام ثابت کرنے کے لیے حقانی صاحب کو کوئی دلیل نہیں ملی تو اُنہوں نے ایک جھوٹا الزام ہم پر یہ تراشا کہ ہم لوگ انگوٹھا چومنے کو فرض یا واجب سمجھتے ہیں اور جو ایسا نہ کرے اُسے مسلمان ہی نہیں سمجھتے۔ اس لئے اگر یہ جائز تھا بھی تو غلط اعتقاد کے باعث اب حرام ہو گیا۔ اس کے جواب میں ہم وہی کہیں گے جو قرآن نے کہا: لَعْنَۃُ اللّٰہِ عَلَی الْکَاذِبِیْنَ ''جھوٹوں پر اللہ کی لعنت''۔ اور جواب اگر پسند نہیں ہے تو پھر حقانی صاحب ہماری کتابوں سے الزام ثابت کریں۔

وسیلہ کی بحث:

حقانی صاحب نے اپنی کتاب میں ''وسیلہ'' کے خلاف جو بحث کی ہے میں اسے ایسی جھوٹی گواہی سے تشبیہ دوں گا جو جرح کے وقت جگہ جگہ سے ٹوٹ جائے، اب یہ تاریخی بحث آپ ملاحظہ فرمائیے۔ ان کا پہلا بیان ہے کہ:

''حنفی مذہب میں وسیلہ سے دعا مانگنا جائز ہے'' (ص:۲۹۸)(۶۸)

اب ان کا دوسرا بیان ملاحظہ فرمائیے۔ لکھتے ہیں: ''کسی مزار پر جا کر یا اپنے گھر ہی میں سے

اُن کے حق میں بعد میں فاتحہ اور دعائے مسنون کے خانہ کعبہ یا مسجد یا دیگر مقاماتِ مقدسہ یا تلاوتِ قرآن کی برکت سے یا فلاں زندہ بزرگ کے اعمالِ صالح کی برکت سے میرا فلاں کام پورا کردے، تو جائز ہے" (ص:۳۰۰) (۶۹)

اس بیان سے دو باتیں معلوم ہوئیں، پہلی بات تو یہ کہ وسیلہ اگر جائز ہے تو صرف زندہ بزرگ کا، وفات یافتہ بزرگ کا نہیں، اور وہ بھی ان کے نیک اعمال کا ان کی ذات کا نہیں! دوسری بات یہ معلوم ہوئی: دُعا مانگنے کی جگہ مزارات بھی ہیں۔ اب ان کا تیسرا بیان بھی پڑھیے۔

"عین الہدایہ" اور "فتاویٰ عالمگیری" کے حوالے سے اُنہوں نے تحریر فرمایا ہے:

"انبیاء علیہم السلام اور اولیاء اللہ کے (عملِ صالح) کے وسیلہ سے دعا کرنا مضائقہ نہیں" (ص:۳۰۰) (۷۰)

اس بیان میں انبیاء علیہم السلام کے عملِ صالح کے وسیلے سے دعا مانگنے کی اجازت دی گئی ہے جس کے معنیٰ یہ ہوئے کہ وفات یافتہ بزرگوں کے نیک اعمال کے وسیلے سے بھی دعا مانگی جاسکتی ہے کیونکہ ظاہر ہے کہ انبیاء علیہم السلام اپنی حیاتِ ظاہری کے ساتھ آج اس دنیا میں موجود نہیں ہیں، ہزاروں سال پہلے وصال فرما چکے۔

اس عبارت میں بھی بریکٹ کے اندر اُنہوں نے اپنی طرف سے (عملِ صالح) کا لفظ بڑھا کر اس بات کو واضح کر دیا ہے کہ انبیاء اولیاء کی ذات کا وسیلہ جائز نہیں ہے۔ صرف نیک اعمال کا وسیلہ دے سکتے ہیں!

لیکن اسی بحث میں اُنہوں نے ایک حدیث نقل کی ہے، جس کے الفاظ یہ ہیں:

---

(۶۹) ((شریعت یا جہالت صفحہ ۳۰۰ مطبوعہ دارُ الاشاعت، مقابل مولوی مسافر خانہ، کراچی۔ طباعت دسمبر ۱۹۸۱ء))

(۷۰) ((شریعت یا جہالت صفحہ ۳۰۰ مطبوعہ دارُ الاشاعت، مقابل مولوی مسافر خانہ، کراچی۔ طباعت دسمبر ۱۹۸۱ء))

''رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مہاجرین و پریشان حال مسلمانوں کا واسطہ دے کر خدا سے کفار پر فتح کی دُعا مانگی تھی''۔ (ص:۳۰۰)(۷۱)

اس حدیث سے حقانی صاحب کا یہ بیان بالکل جھوٹا اور غلط ثابت ہو گیا کہ ذات کا وسیلہ جائز نہیں صرف اعمال کا وسیلہ دے سکتے ہیں۔ کیونکہ یہاں لفظ ہے ''مسلمانوں کا واسطہ دے کر''۔ جس کے معنیٰ یہ ہیں کہ حضور نے ذات کے وسیلے سے دعا مانگی تھی، اعمال کا کہیں ذکر نہیں۔

اب ایک تماشہ اور ملاحظہ فرمائیے۔ اس حدیث کے مطابق جب حضور نے صحابہ کا واسطہ دے کر خدا سے دعا مانگی تو حضور کے اس عمل سے واضح طور پر ثابت ہو گیا کہ وسیلہ کے ساتھ دعا مانگنا سُنَّتِ رسول ہے، اب ایک طرف یہ حدیث نظر میں رکھیے، اور دوسری طرف حقانی صاحب کا یہ بیان پڑھیے، شریعت کی جھوٹی حمایت کا جذبہ بے نقاب ہو جائے گا۔ تحریر فرماتے ہیں: ''دُعا کے وقت کسی قسم کا واسطہ اور وسیلہ کا شرع شریف میں حکم نہیں ہے، اور نہ خدا کو اس کی ضرورت ہے کیونکہ وہ ہر وقت سُنتا ہے''۔ (ص:۳۰۱)(۷۲)

اور کسے حکم کہیں گے؟ جب حدیث سے ثابت ہو گیا کہ نیک بندوں کا وسیلہ اور واسطہ دے کر دعا مانگنا سُنَّتِ رسول ہے تو اس کے متعلق شرع شریف کا اور کون سا نیا حکم آپ معلوم کرنا چاہتے ہیں؟۔ شرع شریف نے سُنَّتِ رسول پر عمل کرنے کا مطالبہ مسلمانوں سے نہیں کیا ہے؟ کیا اسلام کا یہ بنیادی مسئلہ بھی آپ کو بتانا پڑے گا؟

اور عبارت کا یہ فقرہ کہ ''نہ خدا کو اس کی ضرورت ہے'' بڑے غضب پر ہے۔ آج بالکل پہلی بار اس نکتہ سے ہم روشناس ہوئے کہ معاذ اللہ خدا کو بھی ضرورت پیش آتی ہے۔ وسیلے کی چونکہ اسے ضرورت نہیں ہے اس لئے یہ کام عبث اور فضول ہے اور نماز روزہ کی اُسے

---

(۷۱)((شریعت یا جہالت صفحہ ۳۰۰ مطبوعہ دارُ الاشاعت، مقابل مولوی مسافر خانہ، کراچی۔ طباعت دسمبر ۱۹۸۱ء))

ضرورت ہے اس لیے وہ ضروری ہے۔

اور وجہ بھی کتنی معقول بتائی گئی ہے چونکہ وہ ہر وقت سنتا ہے اس لیے وسیلہ کی ضرورت نہیں، میں کہتا ہوں پھر بندے سے دعا ہی کی ضرورت کیا ہے، جبکہ بندوں کا حال بھی اس سے مخفی نہیں ہے، وہ ہر وقت دیکھتا ہے اور جانتا ہے جو بہتر ہوگا وہ خود کرے گا۔ کسی کے کہنے سُننے کی آخر ضرورت ہی کیا ہے۔ پھر زبان درازی کرنے سے پہلے حقانی صاحب کو کم از کم اِتنا ضرور سوچنا چاہیے تھا کہ نیک بندوں کا واسطہ دے کر جب رسولِ پاک نے دعا مانگی ہے تو ان سے بڑھ کر وسیلے کی اہمیت اور ضرورت سے کوئی واقف ہوگا؟۔ اب اس کا فیصلہ میں آپ ہی کے جذبۂ اِنصاف پر چھوڑتا ہوں کہ اپنی اس تحریر میں وسیلے پر جو انہوں نے چوٹ کی ہے اس کی زد کہاں کہاں پڑتی ہے؟ بحث کے خاتمہ پر حقانی صاحب سے دو سوال کرنا چاہتا ہوں اور مجھے اُمید ہے کہ وہ اس کا صحیح جواب دیں گے۔

پہلا سوال: تو یہ ہے کہ آپ نے مزارات پر جا کر دُعا مانگنے کے بارے میں جو لکھا ہے کہ یہ جائز ہے تو یہ بات آپ نے کہاں سے لکھی ہے اور کیوں لکھی ہے؟۔ جب خود نبی یا ولی کی ذات آپ کے نزدیک دعا کی مقبولیت کا ذریعہ نہیں بن سکتی تو ان مزارات میں کیا خصوصیت ہے؟

اور دوسرا سوال: یہ ہے کہ ایک طرف تو آپ نے اپنی اسی کتاب میں بتوں کے حق میں نازل ہونے والی تمام آیتوں کو انبیاء واولیاء کے مزارات پر منطبق کیا ہے، اور دوسری طرف برکتوں کے حصول کے لیے ان ہی مزارات پر جانے کی آپ مسلمانوں کو ترغیب بھی دیتے ہیں۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ آپ کی کون سی بات صحیح ہے؟

خدا کا شکر ہے کہ وسیلۂ سرکارِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف حقانی صاحب کی

ساری بحث کا بخیہ اُدھڑ گیا۔ اب ان کے اندر ذرا بھی غیرت ہوگی تو مسلمانوں کے سامنے وسیلے کے خلاف لب کشائی نہیں کریں گے۔

علمِ غیب کی بحث:

علمِ غیب کے مسئلے پر بحث کے آغاز ہی میں حقانی صاحب نے ایک آیت پیش کی ہے جس کا مضمون یہ ہے کہ ''خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا کہ ماں کے پیٹ میں کیا ہے، کل کیا ہوگا، بارش کب ہوگی، کون کہاں مرے گا، اور قیامت کب آئے گی'' اور اس کے بعد لکھا ہے:

''اور ''صحیح بخاری شریف'' کی حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی یہی فرماتے ہیں کہ ان باتوں کا علم سوائے اللہ کے اور کسی کو بھی نہیں ہے۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آج تک جو ہوچکیں اور قیامت تک جو ہونے والی باتیں تھیں وہ بتادی ہیں''۔

(ص ۱۱۹)(۷۳)

بتائیے! اب یہاں کون سی بات باقی رہ گئی جس پر بحث کی جائے۔ رسول کیلئے سارا علمِ غیب تو اُنہوں نے مان ہی لیا ہے۔ ابتدائے آفرینش سے لے کر آج تک اور آج سے لے کر قیامت تک ہونے والی باتوں کی جب اُنہوں نے خبر دی ہے تو ظاہر ہے کہ یہ سارا علم اُنہیں عطا کیا جاچکا ہے، اب اس اقرار کے بعد علمِ غیبِ رسول کے انکار میں اپنے نامۂ اعمال کی طرح اُنہوں نے ورق کے ورق سیاہ کر ڈالے ہیں، تو اس سے ان کا مدعا سوا اس کے اور کیا ہوسکتا ہے کہ خود اُنہوں نے اپنے آپ کو جھٹلایا ہے!

بہر حال اُنہوں نے اپنے آپ کو جھٹلایا ہو یا اسلامی حقیقتوں کو۔ بات جب آگئی ہے تو ان کے قلم کی سیاہ کاریوں کا نقاب اُلٹ ہی دینا چاہتا ہوں تا کہ سب کو معلوم ہو جائے کہ علمِ

(۷۳)((شریعت یا جہالت صفحہ ۱۱۹ مطبوعہ دائرُ الاشاعت، مقابل مولوی مسافر خانہ، کراچی۔ طباعت دسمبر ۱۹۸۱ء))

غیبِ رسول کے اِنکار میں اُنہوں نے کس طرح کے دجل وفریب سے کام لیا ہے اور کتنی دلیری کے ساتھ اُنہوں نے سچی حقیقتوں کو مسخ کیا ہے، اس کی تفصیل ذیل میں ملاحظہ فرمایئے۔

(ا) اُنہیں اچھی طرح معلوم ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے جو علمِ غیب ہم مانتے ہیں وہ عطائی ہے یعنی خدا کی عطا سے ہے۔ لیکن اُنہوں نے ان تمام آیتوں کو جن میں مخلوق کیلئے علمِ غیبِ ذاتی کی نفی ہے، علمِ غیبِ عطائی کے انکار میں پیش کیا ہے، اس طرح اُنہوں نے اصل حقیقت کو چھپا کر آنکھوں میں دھول جھونکنے کی مذموم کوشش کی ہے۔

(۲) نزولِ قرآن کے وقت کاہنوں کے متعلق اہلِ عرب کا عقیدہ تھا کہ وہ غیب کی باتیں جانتے ہیں، اسی عقیدے کی تردید میں قرآنِ کریم نے متعدد مقام پر کہا ہے کہ غیب کی بات سوائے خدا کے کوئی نہیں جانتا، لیکن یہ کتنا بڑا فریب ہے کہ اُنہوں نے ان تمام آیتوں کو جن میں کاہنوں اور رمالوں کی غیب دانی کا انکار ہے رسول پر منطبق کردیا ہے۔ کاہنوں کے متعلق تو یہ عقیدہ اس لیے غلط ہے کہ خدا نے اُنہیں علم عطا ہی نہیں کیا ہے، لیکن رسول کو تو خدا نے یہ علم عطا کیا ہے جس کا اقرار خود حقانی صاحب کو بھی ہے جیسا کہ کچھ پہلے ان کی عبارت آپ کی نظر سے گزری۔

پس اب آپ ہی فیصلہ کیجئے کہ اتنے واضح فرق کے باوجود جو رسول اور کاہن کو ایک ہی نظر سے دیکھتا ہے اپنے وقت کا کتنا بڑا اشقی اور دجال ہے۔

(۳) حقانی صاحب نے اس مفہوم کی بہت ساری حدیثیں پیش کی ہیں کہ حضور سے کچھ سوال کیا گیا، اس وقت اس کا کوئی جواب نہیں دیا۔ جب وحی آئی بتایا۔ دروازے پر کچھ حاجت مند عورتیں کھڑی تھیں جب انھوں نے اپنی درخواست بھجوائی تو حضور نے ان کا نام

دریافت کیا۔ بہت سے معاملات اور واقعات میں خود حضور نے صحابۂ کرام سے دریافت کر کے حقیقتِ حال کا پتہ چلایا۔ کوئی واقعہ پیش آیا اور حضور فیصلہ نہیں کر سکے کہ صحیح ہے یا غلط ؟ وغیرہ وغیرہ۔ اِن ساری حدیثوں کو پیش کر کے حقانی صاحب نے کہا ہے کہ اگر حضور کو علم ہوتا تو حضور کیوں سوال کرتے ؟ کیوں وحی کا انتظار کرتے ؟ ، کیوں ایسا کرتے ؟ کیوں ویسا کرتے ؟ لہٰذا ثابت ہوا کہ حضور کو علمِ غیب نہیں تھا۔

سب سے پہلے تو حقانی صاحب کے جذبۂ تلاش کو مبارکباد دوں گا کہ انھوں نے کتنی ہی راتوں کی نیند حرام کر کے اپنے نبی کے علمی نقائص کا ثبوت مہیّا کیا ہے۔ ایسے وفادار اُمتی کسی نبی کی تاریخ میں شاید ہی مل سکیں گے۔

(۴) دوسری بات یہ کہوں گا کہ اگر وہ انسانوں کی آبادی میں رہتے ہیں تو جانتے ہوں گے کہ بہت سی مصلحتیں ایسی ہوتی ہیں کہ آدمی جانتے ہوئے بھی اپنے علم کا اظہار نہیں کرتا، یا علم کے باوجود جواب نہیں دیتا یا کسی بات کو جانتا ہے پھر بھی سوال کرتا ہے۔ اِن ساری باتوں کو عدمِ علم کی دلیل سمجھنا غلط ہے۔ حقانی صاحب نے اپنی کتاب کے صفحہ ۲۷۴ پر اس مضمون کی ایک حدیث نقل کی ہے کہ:

”کسی مجلسِ ذکر سے جب فرشتے عالمِ بالا کی طرف واپس جاتے ہیں تو خدا ان سے سوال کرتا ہے کہ میرے بندے کیا کر رہے تھے، وہ مجھ سے کیا مانگتے ہیں، اُنہوں نے مجھے دیکھا ہے یا نہیں ؟ وغیرہ وغیرہ۔“ (۷۴)

تو کیا یہاں بھی آپ یہی منطق لڑائیں گے کہ خدا کو علمِ غیب ہوتا تو وہ فرشتوں سے کیوں پوچھتا ؟۔ بلکہ خود حقانی صاحب نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ایک واقعہ بیان کرتے

(۷۴) ((شریعت یا جہالت صفحہ ۲۷۴ مطبوعہ دارُ الاشاعت، مقابل مولوی مسافر خانہ، کراچی۔ طباعت دسمبر ۱۹۸۱ء))

ہوئے لکھا ہے کہ جب وہ طور پر گئے تو منہ کی خوشبو کے لیے گھاس کی ایک پتی چبالی تھی اس پر:

"اللہ تعالیٰ نے باوجود علم کے پوچھا کہ کیوں ایسا کیا" (ص:۳۸۵)(۷۵)

اس واقعہ سے واضح ہو جاتا ہے کہ سوال علم کے منافی نہیں ہے۔

(۵) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علمِ غیب کے متعلق ہمارا مسلک یہ ہے کہ وہ ۲۳ سال کی مدت میں پایۂ تکمیل کو پہنچا، یعنی نزولِ وحی کی ابتداء سے لے کر آخری سانس تک حضور کے کمالات کی تکمیل ہوتی رہی۔ لہٰذا اِس درمیانی مدّت میں اگر یہ ثابت ہو جائے کہ فلاں چیز حضور نہیں جانتے تھے تو ہمارے دعوے پر اس کا کوئی اثر نہیں پڑتا۔ اس کی ایک مثال بالکل ایسی ہی ہے کہ ایک شخص ۱۹۲۵ء میں پیدا ہوا اور ۱۹۵۰ء میں اُسے عالم فاضل کی ڈگری مل گئی۔ جب اُس کے علم کا ڈنکا ہر طرف بجنے لگا تو کچھ اس کے حاسد اور دُشمن پیدا ہو گئے اور اُنہوں نے ہر طرف شور مچانا شروع کر دیا کہ "وہ عالم نہیں ہے، وہ عالم نہیں ہے"۔ اس پر اس عالم کے وفادار شاگردوں نے ان حاسدوں کو پکڑا اور ان سے پوچھا کہ یہ بات تم کہاں سے کہتے ہو؟ اُنہوں نے جواب دیا کہ ہمارے پاس معتبر راویوں کے بیانات موجود ہیں جنھوں نے ۱۹۲۸ء میں اُسے دیکھا تھا۔ وہ حرفِ تہجی بھی نہیں پڑھ سکتا تھا۔ کچھ لوگوں نے ۱۹۳۵ء میں اُس سے ملاقات کی تھی وہ عربی عبارت بھی نہیں پڑھ سکتا تھا۔ بہت سے لوگوں کا بیان ہے کہ ۱۹۳۸ء میں اس سے تفسیر وحدیث کے چند مسائل پوچھے گئے اور وہ ایک کا بھی جواب نہیں دے سکا۔ اب آپ ہی بتایئے ایسے حاسدوں کی باتوں کا آپ سوا اس کے اور کیا جواب دیں گے کہ اچھی طرح ان کے دماغ کی مرمت کر دیں۔ بالکل

---

(۷۵)((شریعت یا جہالت صفحہ ۳۸۵ مطبوعہ دارُالاشاعت، مقابل مولوی مسافر خانہ، کراچی۔ طباعت دسمبر ۱۹۸۱ء))

اسی طرح کا انداز حضور سیّدِ عالم صلی اللّٰہ علیہ وسلم کے علم شریف کے انکار میں حقانی صاحب نے بھی اختیار کیا ہے۔

(٦) رسول دشمنی کی ایک لرزہ خیز کہانی اور سُنیے، حقانی صاحب نے اپنی کتاب میں یہ حدیث نقل کی ہے کہ حضور ایک دن منبر پر کھڑے ہوئے ارشاد فرمایا کہ جو شخص کچھ پوچھنا چاہے وہ پوچھے، تم مجھ سے جو بات پوچھو گے میں بتا دوں گا جب تک کہ میں اس مقام میں ہوں۔(٧٦)

آپ بھی اس بات سے اتفاق کریں گے کہ اس طرح کا اعلان وہی کر سکتا ہے جو دنیا وآخرت کے جملہ علومِ غیبیہ سے واقف ہو۔یہیں سے یہ بات بھی ثابت ہوگئی کہ حضور دُنیا سے اس حال میں تشریف لے گئے کہ پیدائشِ آدم سے لے کر دخولِ جنت ونار تک کے جملہ علومِ غیبیہ حضور کو عطا کر دیئے گئے تھے، کچھ خدائی دعویٰ نہیں ہے کہ اس کی مخالفت کی جائے۔

اُوپر والی حدیث کے متعلق حقانی صاحب نے لکھا ہے کہ:

”حضور کے علم وادراک کی کیفیت اسی وقت تک کیلئے تھی جب تک کہ حضور ممبر پر کھڑے تھے“

(٧) چلئے آپ ہی کی بات سہی! پھر بھی آپ پر یہ سوال مسلّط رہے گا کہ اتنی دیر کے لیے بھی حضور نے معاذ اللّٰہ خدائی کا دعویٰ کیا تھا؟ آپ ہاں نہیں کہہ سکتے۔ اس لیے ماننا پڑے گا کہ ایسا دعویٰ اسلام میں شرک نہیں ہے اور نہ یہ خدائی کا دعویٰ ہے۔ لیکن ذرا حقانی صاحب کی رسول دشمنی دیکھیے کہ وہ یہ دعویٰ سُن کر آپے سے باہر ہو گئے اور گالی گلوچ پر اُتر آئے۔ لکھتے ہیں: ”جاہل واعظوں اور بے دین لوگوں نے گمراہ کرنے کے لیے جہالت کا دوسرا

دروازہ کھولا، اور کہتے ہیں کہ زندگی میں تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کُل علمِ غیب نہیں تھا، وفات کے وقت کُل علمِ غیب اور اختیارات دے دیئے گئے۔ حالانکہ یہ بات بھی بالکل جھوٹ سراسر غلط اور بے بنیاد ہے۔ آنکھوں کے اندھے، جیب کے بندے، پیٹ کے پجاری، نفس کے غلام، شریعت کے دُشمن، اُمتِ محمدیہ کو گمراہ کرنے کی نئی نئی چالیں چلتے ہیں"۔ (ص:۱۷۴)(۷۷)

ذرا ان سے پوچھیے کہ یہ گالیاں آخر کس بات کی دے رہے ہیں۔ حضور کے لیے ایسا دعویٰ ہم نے بھی کر دیا تو یہ کوئی خدائی دعویٰ تو ہے نہیں کہ عقیدہ توحید کے جذبے میں آپ بے قابو ہو جائیں۔ لہٰذا اب سوا اس کے اور کیا کہا جا سکتا ہے کہ رسول دشمنی کی جلن میں آپ اس مرگی کا شکار ہوتے ہیں۔

ہمارے اس دعوے کو جھوٹا ثابت کرنے کے لیے پھر ان کی نیند حرام ہوگئی اور اُنہوں نے قیامت کے دن کی ایک اور حدیث تلاش کر لی، جس میں حضور نے خبر دی ہے کہ حوضِ کوثر پر میرے پاس ایک قوم آئے گی۔ پھر میرے اور اس کے درمیان کوئی چیز حائل کر دی جائے گی، میں کہوں گا یہ میرے ہیں یا میرے طریقے میں ہیں۔ اس کے جواب میں بتایا جائے گا کہ تم کو معلوم نہیں کہ اُنہوں نے تمہارے بعد کیا کیا نئی باتیں پیدا کی ہیں۔ (ص:۱۷۴)(۷۸)

یہ حدیث نقل کرنے کے بعد تحریر فرماتے ہیں: "پھر آپ کو وفات کے بعد علمِ غیب اور اختیارات کہاں ملے" (ص:۱۷۵)(۷۹)

---

(۷۷)((شریعت یا جہالت صفحہ ۱۷۳، ۱۷۴ مطبوعہ دارُ الاشاعت، مقابل مولوی مسافر خانہ، کراچی))

(۷۸)((شریعت یا جہالت صفحہ ۱۷۴ مطبوعہ دارُ الاشاعت، مقابل مولوی مسافر خانہ، کراچی))

بے عقل کو اتنی تمیز نہیں کہ قیامت کے دن کی بات تو الگ رہی۔ حضور نے تو اپنی زندگی ہی میں اس واقعہ کی خبر دے دی ہے۔ اگر حضور کو اس واقعہ کا علم نہیں تھا تو خبر کیسے دے دی۔ اب رہ گئی بات پہچاننے کی تو ذہول ونسیان علم کے منافی نہیں ہے اور یہاں تو حضور خود فرماتے ہیں کہ میرے اور ان کے درمیان کوئی چیز حائل کر دی جائے گی، جس کا مطلب یہ ہے کہ خدا کی مرضی نہیں ہوگی کہ میں انہیں پہچانوں۔ دل کی کدورت بھی کیا چیز ہوتی ہے سوچتا ہوں تو کلیجہ کانپنے لگتا ہے۔ لوگوں کو اپنے بزرگوں کے کمالات کا ذکر کرنے میں مزہ ملتا ہے اور حقانی صاحب کا مزاج یہ ہے کہ اُنہوں نے تقریباً تیس صفحات انبیاء سے لے کر سیّدُ الانبیاء تک ایک ایک کے بارے میں نہایت مزے لے لے کر بیان کیا ہے کہ اُنہیں فلاں بات کا علم نہیں تھا، اُنہیں فلاں بات کا علم نہیں تھا، بلکہ بعض جگہ تو انبیاء کی ''بے علمی'' ثابت کر کے وہ خوشی سے پھولے نہیں سما سکے ہیں اور بے ساختہ قلم سے یہ فقرہ نکل گیا ہے:

''اور بتاؤں میرے بھیا کو''۔

ہائے رے شیطان کا حُسنِ فریب؟ تُو نے کس کس راہ سے لوگوں کا ایمان غارت کیا ہے۔ مانا کہ گنہگار تھے، پر رحمتِ خداوندی تو غم گُسار تھی۔ لیکن تُو نے تو انبیاء کا گُستاخ بنا کر رحمت ونجات کا یہ دروازہ بھی مقفّل کر دیا۔ آخر میں یہ کہتے ہوئے مسئلہ علمِ غیبِ رسول پر اپنی بحث ختم کرتا ہوں کہ اگر میں نے اس کا التزام نہ کر لیا ہوتا کہ انہی کی کتاب سے ان کی تردید کی جائے تو علمِ غیبِ رسول کے ثبوت میں قرآن وحدیث اور اقوالِ اُمّت سے دلائل کے انبار لگا دیتا۔ خدا نے توفیق دی تو یہ فرض آج نہیں تو کل اپنے سر سے ضرور اُتاروں گا۔

ایک جھوٹے الزام کی تردید:

مجھے نہایت افسوس ہے کہ وقت کی تنگی کے باعث حقانی صاحب کی کتاب کے باقی مسائل پر

بحث نہیں کرسکا۔خدانے توفیق دی تو کسی بھی فرصت کے وقت باقی حصہ بھی مکمل کردوں گا، لیکن اس وقت ایک غلط اِلزام کی تردید ضروری سمجھتا ہوں، اِس لیے چند لمحے آپ کو اور مصروفِ مطالعہ رکھوں گا۔

مجھے معتبر ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ حقانی صاحب نے جمشید پور کے قیام میں ساکچی اسٹینڈ پر تقریر کرتے ہوئے اعلیٰ حضرت امام اہلِ سُنّت فاضلِ بریلوی رَحمَةُ اللّٰہِ عَلَیہ کے متعلق فرمایا کہ: اُنہوں نے اپنی کتاب میں خدا کو ۶۵ گالیاں دی ہیں اور وہ کتاب میں نے بڑی مشکل سے حاصل کی ہے اور میں نے اُسے محفوظ رکھا ہے۔ میں حقانی صاحب اور انکے جملہ حامیوں کو خدا کا واسطہ دے کر چیلنج کرتا ہوں کہ وہ ذرا بھی اپنے قول کے سچے اور دھرم کرم کے پکّے ہیں تو وہ کتابِ مذکور ہمارے سامنے پیش کریں اور دِکھلائیں کہ کہاں اعلیٰ حضرت نے معاذ اللّٰہ خدا کو گالیاں دی ہیں۔ اگر اُنہوں نے دِکھلایا تو میں ذلت ورسوائی کا طوق اپنے گلے میں ڈال کر ہمیشہ کے لیے جمشید پور چھوڑ دوں گا۔

اور اگر اُنہیں سانپ سونگھ گیا اور وہ نہ دکھلا سکے تو پھر اس جھوٹے بہتان کی فریاد میں عوام ہی سے کہوں گا کہ وہ خود اِنصاف کی روشنی میں فیصلہ کریں کہ اس طرح کے جھوٹے بہتان لگا کر جو مسلمانوں میں منافرت پھیلاتا ہے وہ اپنے وقت کا کتنا بڑا دجّال ہے؟ دُعا ہے کہ خدائے پاک ایسے دجالوں اور کذابوں کے شر سے اپنے رسول کی اُمّت کو محفوظ رکھے۔ آمین۔

وَمَا عَلَینَا اِلَّا البَلَاغ

جمعیت اشاعت اہلسنّت پاکستان

کی ایک دلکش کاوش

شانِ الوہیت و تقدیسِ رسالت کا امین

کوثر و تسنیم سے دھلے الفاظ، مشک و عنبر سے مہکا آہنگ

عشق و ادب کی حلاوتوں کا ماخذ

ترجمہ قرآن

کنز الایمان

از

اعلیٰ حضرت امام اہلسنّت امام احمد رضا علیہ الرحمہ

اب پشتو زبان میں دستیاب ہے